العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ ہشتم

مصنّف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الإفتاء جمعیۃ إشاعۃ أہل السنّۃ)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-2439799 Website : www.ahlesunnat.net - www.ishaateislam.net

العُروةُ فِی مَناسِكِ الحَجِّ و العُمرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہشتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : العُرُوَۃُ فِی مَنَاسِکِ الحَجِّ وَ العُمرَۃ

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرّم 1434ھ۔ ستمبر 2013ء

سلسلہ اشاعت نمبر : 233

تعداد اشاعت : 3500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے ،اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اوراس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں شائع کئے گئے اور اب کچھ پہلے کے اور کچھ گزشتہ سال حج اور اس کے بعد کے فتاویٰ حصہ ہشتم میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے آٹھویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۳ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے اس کا سفر کراچی سے ریاض، وہاں سے جدہ پھر جدہ سے مکہ ہے اب وہ کراچی سے احرام باندھے یا ریاض میں جب رُکے تو وہاں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ اسی طرح جدہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: سید عبداللہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ریاض سے احرام باندھ سکتا ہے کیونکہ ریاض میقات سے باہر ہے اور اس طرف کے رہنے والوں کی میقات "قَرنُ المَنازِل" ہے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ولأهل نجدٍ قرنٌ (۱)

اور امام ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وَقّتَ رسولُ الله ﷺ لأهلِ المدينةِ: ذا الحُليفةِ، و لأهلِ الشّام: الجُحفَةَ، و لأهلِ نجدٍ: قَرْن (۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو اور اہلِ شام کے لئے جُحفہ کو اور اہلِ نجد کے قرن کو میقات مقرر فرمایا۔

اور اسے اب "السیل الکبیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جدید پیمائش کے مطابق یہ مکہ مکرمہ سے ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جدہ میقات کے اندر ہے اس لئے وہاں تک احرام باندھنے میں تاخیر نہیں کرسکتا۔

واللہ تعالی أعلم بالصّواب

يوم الأربعاء، ۲۲ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۱۲م 809-F

۱۔ مختصر الطّحاوی، كتاب الحج، باب ذكر الحج و العمرة، ص ۶۰

جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آکر حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ جو جدہ میں رہتے ہیں وہ بلا احرام مکہ مکرمہ آتے ہیں اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ حج کے ارادے سے ہی مکہ آتے ہیں کیونکہ اُن کے آنے کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے حج کے، اس صورت میں اُن کے اس فعل کا شرعِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد احمد، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: وہ لوگ جو میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں جیسے جدہ کے رہنے والے وہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہو تو اُن کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ آنا جائز ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو اُن کے لئے حُدودِ حرم میں احرام کے ساتھ داخل ہونا لازم ہے اور افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آئیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و هم الذین منازِلُہم فی نفس المیقات أو داخلَ المیقات إلی الحرَم، فوقتُهم الحِلُّ للحجّ و العُمرةِ، و هم فی سَعةٍ ما لم یَدخُلوا أرضَ الحرمِ، و من دَویرةِ أهلهم أفضلُ، لهم دُخولُ مکةَ بغیرِ إحرام إذا لم یُریدوا نُسُکاً لا فیجب (٣)

یعنی، وہ لوگ کہ جن کے گھر نفسِ میقات پر یا میقات کے اندر حرم تک (یعنی حِل میں) ہیں تو حج وعمرہ کے لئے اُن کی میقات حِل ہے وہ گنجائش میں ہیں (٤) جب تک (حدود) حرم میں داخل نہ ہوں، اور اُن

٣۔ لُباب المناسك، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ٩٢ (ص ١١٦)

٤۔ یعنی وہ جواز ورُخصت اور عدمِ لزومِ کفارہ میں گنجائش میں ہیں (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ٩٢ (ص ١٦٦)

کا اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے، اور اُن کا بغیر احرام مکہ داخلہ جائز ہے جب کہ کسی نُسُک (حج یا عمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں(۵) ورنہ واجب ہے۔(۶)

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

قال العلّامة الشّیخ قطب الدین فی "مَنسَکِه": و ممّا یجبُ التیقُّظُ له سکانُ جُدّة بالجیم، و أهلُ حُدَّة بالمهملة، و أهلُ الأودِیة القَریبةِ من مکةَ، فإنّهم فی الأغلبِ یأتُون إلی مکة فی سادسِ ذی الحجّة أو فی السّابعِ بغیرِ إحرامٍ، و یحرُمُون من مکة للحجِّ، فعلی مَن کان حنفیًّا منهم أن یحرمَ بالحجِّ قبلَ أن یدخُلَ الحرمَ، و إلّا فعلیه دمٌ لمجاوزةِ المیقات بغیر إحرامٍ، لکنّ للنّظر هنا مجالٌ إذا أحرَمَ هؤلاءِ من مکة هو معتادُهُم، و توجّهُوا إلی عرفة ینبغی أن یسقُطُ عنهم دمُ المجاوزةِ بوُصُولهم أوّل الحِلِ مُلَبِّین، لأنه عودٌ منهم إلی میقاتهم مع الإحرام و التّلبیة، ذلک مُسقِطٌ لدَمِ المجاوزةِ، اللهم إلّا أن یقال: لا یعدُّ هذا عوداً منهم إلی المیقات، لأنّهم لم یَقصُدوا العودَ إلیه لتلافی ما لَزِمَهم بالمجاوزة، بل قصدُوا التَّوجُّهَ إلی عرفة، و لم أجدُ من تعرّضَ لذلک، و الله أعلم بالصّواب اھ، و

۵۔ اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں: مصنّف کے قول "جب وہ کسی نُسُک کا ارادہ نہ رکھتے ہوں" کا مقتضا یہ ہے کہ وہ لوگ اگر کسی کام سے مکہ آئیں پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ لیں تو اُن پر کچھ لازم نہ ہوگا (إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصنف الثّانی، ص ۹۲ (ص ۱۱۶)

۶۔ یعنی وہ اگر کسی نُسُک کا ارادہ رکھتے ہوں تو احرام واجب ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ۹۲ (ص ۱۱۶)

قَد نقلہ الشّیخ عبد اللہ العفیفُ فی "شرحہ" و أقرہ، اھ

"حباب"، و قال فی "رد المحتار" عقب عبارة القطبی: و قال

القاضی محمد عید فی "شرح مَنسکِہ": و الظّاھرُ السُّقوطُ،

لأنَّ العودَ إلی المیقات مع التلبیة مُسقطٌ لدَمِ المجاوزَةِ و إن لم

یقصُدہُ، لحُصولِ المقصود، و ھو التّعظیم (۷)

یعنی، علامہ شیخ قطب الدین نے اپنی "مَنسَك" میں فرمایا وہ کہ جس پر

جدّہ، حدّہ اور مکہ کے قریب وادیوں میں رہنے والوں کو آنکھیں کھولنا

واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ غالباً چھٹی یا ساتویں ذی الحجہ کو بغیر احرام

کے مکہ مکرمہ آتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھتے ہیں تو اُن

میں سے جو حنفی ہے اُس پر لازم ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل

احرام باندھے ورنہ اُس پر بغیر احرام کے مکہ داخل ہونے کا دَم لازم ہوگا

لیکن نظر وفکر کی اس میں گنجائش ہے وہ یہ کہ جب اِن لوگوں نے مکہ مکرمہ

سے (حج کا) احرام باندھا جیسا کہ اُن کی عادت ہے اور عرفات کی

طرف متوجہ ہوئے تو تلبیہ کہتے ہوئے اول الحل کو پہنچنے پر اُن پر سے (بلا

احرام) گزرنے کا دَم ساقط ہو جانا چاہئے اور وہ (یعنی حلّ میں آکر

احرام کی نیت سے تلبیہ کہنا اُن کے حق میں بلا احرام) گزرنے کے دَم کو

ساقط ہو کرنے والا ہے، مگر یہ کہا جائے کہ میقات کی جانب اِن کا یہ لوٹنا

شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے میقات کی طرف لوٹنے میں اُس

کی تلافی کا قصد نہیں کیا جو اِن پر (بلا احرام) گزرنے سے لازم آیا،

بلکہ انہوں نے عرفات کی جانب توجہ کا قصد کیا، اور میں نے کسی کو نہیں پایا

۷۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، تحت قول اللباب: إذا لم یریدو نسکاً، ص ۹۳ (ص ۱۱۶، ۱۱۷)

کہ جس نے ایسا کہا ہو، (یعنی، عدم سقوط کا قول کیا ہو) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اھ، اور اسے شیخ عبد اللہ عفیف نے اپنی ''شرح'' (۸) میں نقل کیا ا ا ور اسے ثابت رکھا اھ "حباب" (۹) اور "رد المحتار" میں علامہ قطبی کی عبارت کے بعد لکھا کہ قاضی محمد عید نے اپنی ''مَنسَك کی شرح'' (۱۰) میں فرمایا کہ ظاہر سقوط ہے کیونکہ میقات کی جانب تلبیہ کے ساتھ لوٹنا حصولِ مقصود کی وجہ سے جو کہ تعظیم ہے دمِ مجاورۃ کو ساقط

۸۔ "رد المحتار" کے حوالے سے "إرشاد السّاری" میں قاضی محمد عید مذکور ہے جب کہ محقّق محمد طلحہ بلال نے اُن کا نام خطیب قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی ذِکر کیا ہے جو ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے اور "لُباب المناسك" کی "خلاصة النّاسك" کے نام سے شرح لکھی اور اُن کے بھتیجے فقیہ جمال الدّین محمد بن محمد انصاری حنفی (من علماء القرن الثّانی عشر) نے بھی "لُباب المناسك" کی شرح لکھی ہے اور "در مختار" پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، قاضی عید انصاری نے اگر مناسکِ حج پر کتاب لکھ کر اُس کی شرح نہ کی ہو تو مراد "خلاصة النّاسك"، ہی ہوگی، واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب

۹۔ یہ مُلاّ علی قاری کی شرح "المسلك المتقسط" پر حاشیہ ہے جو علامہ یحیٰ بن محمد بن صالح الحبابؒ مکی حنفی کی تصنیف ہے جو مکہ مکرمہ میں شیخ القرا تھے، فقیہ، محدّث اور مُفسّر تھے، مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے، تمام علوم میں مہارت حاصل کی اور مسجد الحرام میں درس دیتے رہے، آپ سے بڑے بڑے علماء نے علم حاصل کیا جیسے علامہ طاہر سنبل (ت ۱۲۱۸ھ)، مفتی عبد الملک قلعی (ت ۱۲۲۸ھ)، فقیہ محمد سعید سنبل (ت ۱۲۱۶ھ) وغیرھم اور آپ ۱۱۷۸ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، مقدمة الكتاب، الفصل الثانی، المبحث الثانی، الحواشی علی شرح "اللباب" لعلی القاری، برقم: ۱)

۱۰۔ فقیہ عبد اللہ بن حسن عفیف کازرونی مکی حنفی نے علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی کتاب "لُباب المناسك" کی شرح لکھی اور انہوں نے "لُباب المناسك" کا "بُغية النّاسك" کے نام سے اختصار کیا اور پھر "أقرب المسالك" کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھی اور بقول محقق محمد طلحہ بلال کے کہ علامہ شامی جب "العفیف فی شرح مَنسَكه" لکھتے ہیں تو اُس سے مراد یہی شرح ("أقرب المسالك") ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قاضی حسین مکی حنفی کی یہاں مراد کون سی شرح ہے اور آپ ۱۱۰۲ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط، مقدمة الكتاب، الفصل الأول، المبحث الثانی، شروح اللباب و مختصراته)

کرنے والا ہے اگرچہ اُس کا قصد نہ کرے۔

لٰہذا اِن پر کوئی کفارہ باقی نہ رہے گا سوائے توبہ کے کیونکہ انہوں نے حج کے ارادے سے حرم میں بلا احرام داخلے کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الأربعاء، ۱ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۲ م 816-F

شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آ کر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے گیا اور اُس کی واپسی شوال المکرّم میں تھی، اس لئے جانے سے قبل شوال کے مہینے میں بھی عمرہ ادا کیا اور چلا گیا، پھر اسی سال وہ حجِ تمتّع کی غرض سے آیا اور حجِ تمتّع کیا، کیا اُس کا حجِ تمتّع ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج تمتّع ہی واقع ہو گیا چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وکذلك الکوفیُّ: إذا دَخلتْ علیه أشهُر الحجِّ و هو بمكّةَ، لا یصحُّ له التّمتّعُ عند حتی یرجعَ إلی أهله، ثمّ ینشیء العمرة، ثم یحجُّ من عامه (۱۱)

یعنی، اسی طرح کوفی جب اُس پر حج کے مہینے آئے تو وہ مکہ مکرمہ میں تھا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کے لئے حِج تمتّع درست نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے، پھر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، پھر اُسی سال حج کرے۔

۱۱۔ شرح الطّحاوی للرّازی، کتاب المناسك، فصل: أشهر الحجّ، و إدخال الحجّ علی العمرة، ۲/۵۰۶

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أن لا یدخلَ علیه أشهرُ الحجّ وهو حلالٌ بمکةَ أو مُحرمٌ ولکن قد طَافَ للعُمرةِ أکثرُهُ قبلها إلّا أن یعود إلی أهله فیحرمُ بعُمرة (۱۲)

یعنی، تمتع کی دسویں شرط یہ ہے کہ اُس پر حج کے مہینے نہ آئیں کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو لیکن اُس نے عمرہ کا اکثر طواف اس سے قبل کر لیا ہو، مگر یہ کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنّه لو دخلتْ علیه الأشهُرُ و هو حلالٌ أو مُحرمٌ، ثمّ أحرمَ بعمرة من المیقات، أو لم یحرُم و حجَّ لا یکون متمتّعاً إلّا أن یعودَ إلی أهلِه فیحرُم بعمرة فیکون حینئذ مُتمتّعِا اتفاقاً (۱۳)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اگر حج کے مہینے آ گئے اور (مکہ میں) بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو پھر اُس نے میقات سے احرام باندھا یا احرام نہ باندھا اور حج کیا تو متمتع نہ ہوگا مگر یہ کہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے تو اس وقت بالاتفاق متمتع ہوگا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۷ ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۲م 818-F

آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ

۱۲۔ لُباب المناسك، باب التمتُّع، فصل: فی شرائطه، شرط العاشر، ص ۳۰۱

۱۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل: فی شرائطه، مع قوله: إلا أن یعود

والے یا مدینہ شریف والے طائف سے جب لوٹتے ہیں ٹیکسی والے مختصر راستے کی وجہ سے نہ صرف میقات کے اندر سے گزرتے ہیں بلکہ بالکل حرم شریف کے قریب سے گزرتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اقبال، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طائف سے لوٹتے ہوئے حرم شریف سے گزرنے والے پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کرے پھر آگے جائے، اگر ایسا نہیں کرتا تو ایسا راستہ اختیار کرے جو حرم سے ہو کر نہ گزرتا ہو، کیونکہ طائف میقات سے خارج ہے، طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے دو میقاتیں ہیں ایک ''سیل کبیر'' دوسری ''وادیٔ محرم''، لہٰذا طائف سے آنے والا جب آیا تو وہ میقات کے باہر سے آیا اور اُس کا قصد مکہ مکرمہ سے گزرنے کا ہے اِس لئے وہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا ہے اور اُس کے لئے بغیر احرام آنا جائز نہیں، چنانچہ ایسے شخص کے لئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''لَا یَتجَاوَزُ أَحدُ المِیقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحرِمٌ'' (١٤)

یعنی، کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو۔

١٤۔ المصنَّف لابن أبی شیبة، کتاب الحجّ، باب لا یتجاوز أحد الوقت إلا محرم، برقم: ١٥٧٠١۔ أیضاً المعجم الکبیر، برقم: ١٢٢٣٦، ٣٤٥/١١، بلفظ: ''لَا تَجُوزُ الوُقتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ''۔ یعنی، نہ گزرے میقات سے مگر احرام کے ساتھ۔ أیضاً شرح معانی الآثار، کتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم: ٤١٧٢، ٢٦٣/٢، و کتاب الحجّة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مکة عترةً، برقم: ٥٤٧٣، ٣٢٩/٣، بلفظ ''لَا یَدْخُلُ أَحَدٌ إِلَّا مُحْرِمًا'' یعنی، نہ داخل ہو کوئی ایک مکہ میں مگر احرام والا، أیضاً السُّنَن الکبریٰ، کتاب الحجّ، باب دخول مکة بغیر إرادة الحج و لا عمرةٍ، برقم: ٩٨٣٩، ٢٨٩/٥، و معرفة السُّنَن و الآثار، کتاب المناسك، باب دخول مکة بغیر إرادة حجٍ و عمرةٍ، برقم: ٣١٣٠، ١٦٩/٤، بلفظ: ''مَا یَدْخُلُ مکة أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَیْرِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ'' یعنی، نہ داخل ہو مکہ میں کوئی ایک اس کے اہل سے نہ اُس کے غیر سے مگر احرام کے ساتھ۔

اسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاءِ احناف نے حکم دیا کہ آفاق سے آنے والا مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے آئے تو میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے چنانچہ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی ۳۲۱ھ نے لکھا اور امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے نقل کیا ہے کہ:

قال أصحابنا: لا يَدْخُلُ أحدٌ ممّن هو خارجُ الميقات إلّا بإحرامٍ، فإن دخلها بغير إحرامٍ فعليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٥)

یعنی، اُن میں سے جو میقات سے خارج ہیں نہ داخل ہو مگر احرام کے ساتھ، پس اگر مکہ بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

الآفاقي و مَن كان خارجَ الميقات، إذا قصدَ مكّةَ لحجّةٍ أو عُمرةٍ أو لحاجةٍ أُخرى، لا يُجاوزُ الميقات إلّا مُحرماً (١٦)

یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے خارج ہے، جب حج یا عمرہ یا کسی اور کام کے لئے مکہ کا قصد کرے تو وہ میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور علامہ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

كذالك لو أرادَ بمُجاوَزةِ هذه المَواقيتِ دخولَ مكّةَ، لا يجوزُ له أن يُجاوِزَها إلّا مُحرماً، سواء أراد بدخولِ مكّةَ النُّسُكَ مِن الحجِّ أو العُمرةِ أو التِّجارَةِ أو حاجة أخرى عندنا (١٧)

یعنی، اس طرح اگر ان مواقیت (خمسہ) سے گزرنے سے دخولِ مکہ کا ارادہ ہے تو ہمارے نزدیک اُس کے لئے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں، چاہے مکہ داخل ہونے سے اُس کا نُسکِ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت

١٥۔ مختصر اختلاف العلماء، كتاب المناسك، الإحرام لدخول مكة، برقم: ٥٥٣، ٢/٦٥

١٦۔ فتاویٰ قاضیخان، كتاب الحج، ١/٢٨٤، دار المعرفة، ، و ١/١٧٣، دار الفكر

یا کسی اور کام کا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا کسی بھی ارادے سے آئے، حج یا عمرہ کے ارادے سے آئے یا تجارت کی غرض سے یا اُس نے وہاں سے گزرنا ہو، بہرحال وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا، بلا احرام آیا تو اس پر حج یا عمرہ دونوں میں سے کوئی ایک عبادت لازم ہو جائے گی، چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ ''کافی'' میں امام حاکم شہید کا قول نقل کرتے ہیں کہ

قال: و إذا دَخلَ الرّجلُ مكّةَ فوجبَ عليه حجةٌ أو عمرةٌ (۱۸)

یعنی، فرمایا ایک (آفاقی) شخص جب مکہ میں داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہو گیا۔

اور علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و مَن دخلَ مكّةَ بلا إحرامٍ وجب عليه أحدُ النُّسُكين (۱۹)

یعنی، جو شخص مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا اُس پر دو نُسک (حج و عمرہ) میں سے ایک واجب ہو گیا۔

اور علامہ مجد الدین عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوزُ للآفاقي أن يَتجاوزَها إلا مُحرماً إذا أرادَ دخولَ مكّةَ (۲۰)

یعنی، آفاقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات سے گزرے مگر احرام والا جب کہ اس کا مکہ داخل ہونے کا ارادہ ہو۔

اس کا حل پھر یہی ہو گا کہ وہ کسی میقات کو واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے اور اگر نہیں جاتا تو وہیں سے احرام باندھے اور دَم دے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد

۱۸۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۱۵۹/۴/۲

۱۹۔ کنز الدّقائق، کتاب الحج، باب مجاوزة المیقات بغیر إحرامٍ، ص ۳۱

۲۰۔ المختارُ الفتویٰ، کتاب الحج، ص ۷۹

ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنہما قال: إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إِنْ خَشِيَ إِنْ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَ يُهْرِيقُ لِذَلِكَ دَمًا (۲۱)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطور دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العودُ إلى ميقاتٍ منها و إن لم يكُنْ ميقاته ليُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ (۲۲)

یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تا کہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہوگا۔

اور اسی طرح کے سوال کا جواب ''فتاویٰ حج وعمرہ'' حصہ چہارم کے صفحہ ۲۴ پر بھی موجود ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۷ شوال المكرّم ۱۴۳۴ھ، ۱۵ اغسطس ۲۰۱۳م F-856

۲۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، فصلَ و المواقيت التي إلخ، ۲/۳۳۵

۲۲۔ ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی المواقيت، تحت قوله: حَرُمَ تأخير إلخ، ۳/۵۵۱، ۵۵۲

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کو طواف کرتے وقت طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا کرے نیز اگر فرض طواف میں ایسا ہو تو کیا کرنا چاہئے اور غیر فرض میں ہو تو کیا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ فرض وواجب طواف اور غیر فرض وغیر واجب طواف کے چکروں کی تعداد میں شک کا حکم الگ الگ ہے، اگر یہ شک فرض یا واجب طواف میں واقع ہو تو ازسرنو کرے اور اگر غیر فرض وغیر واجب طواف میں ایسا ہو تو غالب گمان پر انحصار کرے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شک اُفتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طوافِ زیارت وطواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اُورا ازسرنو و بنا نہ کند بر غالب ظن برخلاف نماز، واگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود، وبعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم اُو در نماز است مطلقاً اگرچہ طواف فرض باشد یا غیر اُو، پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد واگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد والّا بنا کند بر اقل چنانچہ کہ در نماز (۲۳)

یعنی، اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک واقع ہو، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع اُس کا ازسرنو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز

۲۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل هشتم، در بیان مسائل متفرقه إلخ، ص ۱۵۴، ۱۵۵

کے اور اگر طواف غیر فرض وغیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگرچہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر اگر شک پہلی مرتبہ واقع ہوا ہو تو از سر نو طواف کرے گا اگر کافی بار ہوا ہو تو غور وفکر کرے گا اور غالب گمان رکھتا ہو تو اُس پر بنا کرے ورنہ کم پھیروں پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

لو شَكَّ فی عددِ الأشواطِ فی طوافِ الرُّكنِ أعادَهُ و لا يَبنی علی غالب ظَنّه، بخلاف الصّلاةِ، قيلَ: إذا كان يكثُرُ ذلك يَتحرّى "لُباب" و قال شارحُه: و مفهومه أنّه لو شَكَّ فی أشواطِ غيرِ الرُّكنِ لا يُعيدُهُ، بل يَبنی علی غلبة ظنّه، لأنَّ غيرَ الفرضِ علی التّوسعةِ، و الظاهر أنَّ الواجبَ فی حُكمِ الرُّكن لأنّه فرضٌ عمليٌّ (۲٤)

یعنی، اگر طوافِ رُکن میں پھیروں کی تعداد میں شک ہو تو اُس کا اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے، کہا گیا کہ جب اُسے کثرت سے شک ہوتا ہے تو غور وفکر کرے "لُباب" اور اس کے شارح نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن طواف کے پھیروں (کی تعداد) میں شک واقع ہو تو اُس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گُمان پر بنا کرے، کیونکہ غیر فرض میں گنجائش ہے اور ظاہر ہے کہ واجب (طواف) رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

۲٤۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزمه إتمامه و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ۳/۵۸۲

یاد رہے کہ جہاں اعادہ کا حکم ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پورے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسی چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا چنانچہ علامہ عبد القادر رافعی حنفی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

أی: أعادَ الشوطَ الذی شكَّ فیه، و لیس المرادُ أنه یُعیدُ الطَّوافَ كلَّه، كما یَظهرُ (۲۵)

یعنی، اس چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے جیسا کہ ظاہر ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲٦ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۱۱ نوفمبر ۲۰۱۲ م 813-F

عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کرنا کیسا ہے اور اگر کوئی کرلے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد اشرف، لبیک حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے کہ سنّت کا خلاف کرنا محرومی کا سبب ہے اور اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا جس طرح قارن اگر طوافِ عمرہ اور سعی کے مابین نفلی طواف کرلے تو اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنّه بینَ طوافِ العُمرةِ و سَعیِها اشتغلَ بنومٍ أو أكلٍ لم

۲۵۔ تقریرات الرّافعی علی الدّر و الرّد المحتار، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزمه إتمامه، و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ۳/۵۸۲

یَلزَمهُ دمٌ، فكذا إذا اشتغل بطواف التحيّة (۲٦)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے اور کھانے میں مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفارہ لازم نہ ہوگا، پس اسی طرح اگر وہ طواف تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا)۔

لہٰذا جب ایک شخص عمرہ میں طواف اور سعی کے مابین سو جاتا ہے یا کھانا کھاتا ہے یا طوافِ تحیۃ کرتا ہے اُس پر کچھ لازم نہیں آتا تو وہ شخص جو عمرہ میں سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کر لے تو اُس پر بھی کچھ لازم نہیں آئے گا۔ ایسا کر کے اُس شخص نے بھی سنّت کا خلاف کیا اور یہ کرے گا تو بھی سنّت کا خلاف ہوگا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنين، ٦ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ٢٢ اكتوبر ٢٠١٢م 822-F

عمرہ کا طواف مکمل کئے بغیر نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کے طواف میں صرف تین پھیرے دیئے باقی چھوڑ دیئے، دوسرے روز ایک مکمل نفلی طواف کیا اور تیسرے روز عمرہ کے بقیہ چار پھیرے دیئے اور سعی کی اور حلق کروایا، کیا اُس کا عمرہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس کا عمرہ درست ہو گیا کیونکہ دوسرے روز کئے گئے نفلی طواف سے اُس کے عمرہ کا طواف مکمل ہوا کیونکہ عمرہ کا طواف پہلے لازم ہو چکا تھا اور عمرہ کا طواف نفلی طواف سے قوی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲٦۔ المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٣٤/٤/٢

ولو طافَ لعُمرتِهِ ثلاثةَ أشواطٍ، ثُمَّ طافَ للقُدوم كذلك، فالأ

شواطُ التي طافَ للقُدوم محسوبةٌ من طوافِ العُمرة، فبقيَ

عليه للعُمرة شوطٌ واحدٌ، فيكمله (٢٧)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف تین چکر کیا پھر اسی طرح (یعنی تین چکر) طوافِ

قُدوم کیا، تو وہ چکر جو اُس نے طوافِ قُدوم کے لئے کئے وہ طواف عمرہ

سے شمار کئے جائیں گے پس اُس پر عمرہ کے طواف کا ایک چکر باقی رہا

ہے جسے وہ پورا کرے گا۔

اس مسئلہ میں طوافِ قُدوم کے پھیروں کو طواف عمرہ سے شمار کیا گیا، اس طرح یہاں طوافِ عمرہ کے بقیہ چکروں کو نفلی طواف سے پورا کیا جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

اگر طواف کرد برائے عمرہ بعض اشواط و ترک کرد بعض ازانہا بعد ازان

طواف زیارت کرد ہفت شوط تمامہا تکمیل کردہ شود طوافِ عمرہ را

ازطوافِ زیارت برابرست کہ متروک از طواف عمرہ قلیل باشد یا کثیر

زیرنکہ طواف عمرہ لازم شُدہ است اولاً پس آن اقوی باشد از طوافِ

زیارت ازین حیثیت ہر چند کہ مستوی اند ہر دو در کیفیت (۲۸)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف چند چکر کیا اور اُس سے چند چکر چھوڑ دیئے، اُس

کے بعد سات چکر پورے طوافِ زیارت کیا تو طوافِ عمرہ کی تکمیل طوافِ

زیارت سے کی جائے گی، برابر ہے کہ طوافِ عمرہ سے متروک قلیل ہو یا

کثیر کیونکہ طواف عمرہ اولاً لازم ہوا ہے پس وہ اس حیثیت سے طواف

زیارت سے زیادہ قوی ہے ہر چند کہ دونوں کیفیت میں برابر ہیں۔

٢٧۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل: أي في تحقيق النية، ص ٢٠٦۔٢٠٧

٢٨۔ حيات القلوب زيارة المحبوب، باب سيوم دربيان طواف انواع آن، فصل دويم: در بيان شرائط صحت طواف، ص ١١٧

اس مسئلہ میں عمرہ کے طواف کو طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا کیا گیا اگرچہ دونوں فرض ہیں جب ایک فرض کی دوسرے فرض سے تکمیل درست ہوئی تو فرض کی نفل سے تکمیل بطریق اَولیٰ درست ہوگی۔

باقی رہا اُس کا نفلی طواف تو اُس نے اُسے دو دنوں میں مکمل کیا دوسرے روز کیے گئے طواف کے سات چکروں میں سے چار تو عمرہ کے طواف میں شمار ہوئے تین باقی رہے پھر تیسرے روز اُس نے طوافِ عمرہ کی نیت سے چار چکر دیئے تو اُس سے اُس کا نفلی طواف مکمل ہوگیا۔

اور وہ شخص عمرہ کے احرام میں نفلی طواف کرنے کی وجہ سے اسائت کرنے والا ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲ م 832-F

سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سعی کرنے والے کے لئے تلبیہ کہنا جائز ہو کیونکہ عمرہ میں تلبیہ کا اختتام طواف کی ابتداء پر اور حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی پر ہوجاتا ہے اس لئے سعی میں تلبیہ کے جواز کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سعی میں تلبیہ اُس حاجی کے لئے جائز ہے جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَ يُلَبِّی فی السَّعی الحاجُّ لا المُعتمرُ (۲۹)

یعنی، حاجی سعی میں تلبیہ کہے گا نہ کہ معتمر۔

۲۹۔ لُباب المناسك [illegible] السعی بین الصفا والمروۃ، ص ۱۹۲

اور حاجی سے مراد وہ حاجی ہے کہ جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: إن وَقَع سعیُه بعدَ طوافِ القُدوم (۳۰)

یعنی، اُس کی سعی طوافِ قُدوم کے بعد واقع ہو۔

اور سعی میں تلبیہ نہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

ولَو كانَ مُتمتِّعًا، لأنَّ التَّلبيةَ تَنقطعُ بالشُّروعِ فی طوافه، لا الحَاجُّ إذا سَعی بَعدَ طوافِ الإفاضةِ لانقِطاعِ تَلبيَتِهِ بأوّلِ رَمیِ الجمرةِ (۳۱)

یعنی، اگرچہ متمتع ہو (وہ سعی میں تلبیہ نہیں کہے گا) کیونکہ تلبیہ طواف میں شروع ہوتے ہی منقطع ہو جاتی ہے، نہ (وہ) حاجی (سعی میں تلبیہ کہے گا) جب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ تلبیہ پہلی رمی کے ساتھ منقطع ہوگئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۱ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ٦ نوفمبر ۲۰۱۲م F-808

بلاعذر وہیل چیئر پر سعی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص باوجود قدرت کے وہیل چیئر پر سعی کرے تو اُس کی سعی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: سید عبدالرحمٰن)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قدرت رکھنے والے کے لئے

۳۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص ۱۹۲

۳۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: لا المعتمر، ص ۱۹۲

واجب ہے کہ وہ پیدل سعی کرے اور جیسا کہ اسے سعی کے واجبات میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّ المشی فی السَّعیِ واجبٌ عندنا (۳۲)

یعنی، پس بے شک سعی میں پیدل چلنا ہمارے نزدیک واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی واجباتِ سعی کے بیان میں لکھتے ہیں:

و المشیُ فیہ، فإن سَعی رَاکباً أو محمولاً أو زاحفاً بغیر عُذرٍ فعلیہ دمٌ، و لو بعُذرٍ فلا شیءَ علیہ (۳۳)

یعنی، سعی میں پیدل چلنا واجب ہے پس اگر بلا عذر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر یا گھسٹ کر سعی کی تو اُس پر دَم لازم ہے، اور اگر عذر کی وجہ سے کی تو اُس پر کچھ نہیں۔

اور امام محمود بن احمد بن عبد العزیز ابن مازہ نجاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

یَنبغی أن یطوفَ بالبیت ماشیاً، و لو طاف راکباً أو محمولاً، أو سَعی بین الصّفا و المروۃ راکباً أو محمولاً إن کان کذلک من عُذرٍ یُجزیہ، ولا یلزَمُہُ شیءٌ، و إن کان من غیر عُذرٍ فما دام یُمکنُہ فإنّہ یُعیدُ و إن رَجعَ إلی أھلہ، فإنہ یُریقُ کذلک دماً عندنا (۳٤)

۳۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروۃ، تحت قولہ: و إن کان علی دابۃٍ، ص۱۹۲

۳۳۔ لُباب المناسك، باب السّعی بین الصّفا و المروۃ، فصل: فی واجباتہ، ص۱۹۷

۳٤۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن: فی الجنایات، الفصل الخامس: فی الطّواف و السّعی إلخ، ۱/۲٤۷، و فیہ: "إن کان ذلك" مکان "إن کان کذلك"، و "یجوز" مکان "یجزیہ" و "فما دام مکة" مکان "فما یمکنہ"۔ المحیط البرھانی،

یعنی، چاہئے کہ بیت اللہ شریف کا طواف پیدل کرے اور اگر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر طواف کیا یا سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اُٹھوا کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی، اگر اس طرح کسی عُذر کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور اُسے کوئی شئے لازم نہیں اور اگر بلاعذر رہے تو جب تک اُسے ممکن ہے (یا وہ مکہ میں ہے) تو اُس کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو ہمارے نزدیک خون بہائے (یعنی دَم دے)۔

واللہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الخمیس، ۲۳ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۲ م 810-F

صفا ومروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صفا و مروہ پر سعی کی ابتداء اور اختتام میں جو دُعا مانگی جاتی ہے اُس میں ہاتھ اُٹھائے جائیں یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین قادری)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صفا اور مروہ پر دعا کے لئے ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے اور ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

یرفَعُ یدَیهِ حذوَ منکبَیهِ جاعلاً بطنَها نحوَ السّماءِ کما للدُّعاءِ (۳۵)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر اس طرح اُٹھائے گا کہ ہتھیلیاں آسمان کی جانب کئے ہوئے ہو۔

اور مُلا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ

أی: کما یرفعُهُما لمُطلقِ الدُّعاءِ فی سائرِ الأمکنة و الأزمنة علی طِبقِ ما وردَت به السُّنّةُ، لا کما یفعلُه الجهلةُ خصوصاً

۳۵۔ لُباب لمناسك، باب السّعی بین الصّفاء و المروة، ص ۱۸۹

مُعلِّمی الغُرباء مِن رَفعِ أیدِیهم إلی آذانِهم و أکتافِهم ثلاثاً کُلَّ مرّةٍ مع التکبیر، فإنّ السّنّةَ الثّابتةَ بخلافه (۳۶)

یعنی، جیسے تمام مقامات اورزمانوں میں مطلق دعا میں اُٹھاتا ہے کہ جس پر سنّت وارد ہوئی ہے، نہ اِس طرح کہ جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں خصوصاً مسافرین کے مُعلّم کہ وہ ہاتھوں کو کانوں تک اور کندھوں تک تین بار اُٹھاتے ہیں اور ہر بار تکبیر کہتے ہیں پس بے شک سنّت ثابتہ اس کے خلاف ہے۔

مصنّف نے ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھنے کا ذِکر کیا اُس کی وجہ یہ ہے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے چنانچہ مُلاّ علی قاری لکھتے ہیں:

لأنّها قبلةُ الدُّعاء (۳۷)

یعنی، کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا روضۂ رسول ﷺ پر مواجۂ اقدس کی طرف منہ کر کے دُعا مانگنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲م 819-F

رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک محرمہ عورت کہ جس نے ۱۰ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی ابھی اس کی قربانی نہیں ہوئی تھی اُس

۳۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۸۹

۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، تحت قوله: جاعلاً بطنَها نحو السّماء، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۸۹

نے دوسری ایسی عورت کا قصر کیا کہ جس کی قربانی ہو چکی تھی، اب بال کاٹنے والی عورت پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: حافظ محمد فاروق امجدی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں وہ عورت جس نے دوسری عورت کے بال کاٹے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں، اُس پر حج کی قربانی واجب ہو گی یا واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اُس کا حج تمتع یا قران ہے تو قربانی واجب ہے، چنانچہ امام حسن بن منصور اُوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

و يجبُ الدَّمُ على القارنِ و المتمتِّع شُكراً لِما أنعمَ اللّٰهُ تعالىٰ عليه بتَسِير الجمعِ بينَ العِبادتَين (۳۸)

یعنی، قارن اور متمتع پر دم واجب ہے اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں (حج و عمرہ) کے مابین جمع میں آسانی فرمائی اُس کے انعام کے شکرانے میں۔

اِسی لئے اِسے ''دم شکر'' کہتے ہیں اور عوام اُسے قربانی کا نام دیتے ہیں، اگر اُس بال کاٹنے والی عورت کا حج قران یا تمتع تھا تو اُس کے احرام کھولنے کا وقت ذبح کے بعد تھا اور اُس نے اس سے قبل دوسری عورت کے بال کاٹے تو اُس پر صدقہ لازم آئے گا، چنانچہ امام ابوالقاسم حسن بن منصور اُوز جندی حنفی لکھتے ہیں:

لو أخذَ المحرِمُ شعرَ محرِمٍ آخرَ، كان عليه الصّدقةُ (۳۹)

یعنی، ایک محرم نے دوسرے محرم کے بال لئے تو اُس (بال لینے والے) پر صدقہ ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

۳۸۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فی التمتع، ۱/۱۸۶

الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع: فی القران و التمتع، ۱/۳۰۳

۳۹۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فیما یجب بلبس إلخ، ۱/۱۸۶

حَلقَ رأسَ مُحرمٍ أو حَلالٍ و هو مُحرمٌ، علیه صدقةٌ (٤٠)

یعنی، مُحرم یا غیر مُحرم کے بال مونڈھے حالانکہ وہ خود مُحرم ہے تو اُس پر صدقہ ہے۔

اور اگر اُس بال کاٹنے والی عورت نے حجِ افراد کا احرام باندھا تھا تو اُس پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا کیونکہ اُس پر قربانی واجب نہیں ہے اُس کے احرام کھولنے کا وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہے وہ اُس نے کر لی، اب دونوں کے احرام کھولنے کا وقت تھا لہٰذا وہ اپنے بال خود بھی کاٹ سکتی تھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حَلقَ رأسه عند جواز التّحلُّلِ لم یلزمهُ شیٔ ءٌ، ملخصاً (٤١)

یعنی، جب مُحرم نے جوازِ تحلُّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور اپنے جیسی دوسری محرمہ کے بال کاٹ سکتی تھیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسک" اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی ''شرح'' میں لکھتے ہیں:

إذا حَلقَ أی: المُحرمُ رَأسَ غیرِه و لو کان مُحرماً، عند جواز التَّحلُّل أی: الخُروج من الإحرام بأداء أفعال النّسك، لم یَلزَمهُ شیٔ ءٌ، الأولیٰ لم یلزمها شیٔ ءٌ (٤٢)

یعنی، جب ایک مُحرم نے دوسرے مُحرم کا سر جوازِ تحلُّل (یعنی احرام کھولنے) کے وقت مونڈا اگر دوسرا محرم ہو یعنی افعالِ نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اُسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا

٤٠۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثامن: فی الجنایات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ١/٣٠٨

٤١۔ لُباب المناسك، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ٢٥٣

٤٢۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منی، فصل: فی الحلق و التقصیر، ص ٢٥٣

جائے کہ دونوں کو کچھ لازم نہیں۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر قران یا تمتع کا احرام تھا تو بال کاٹنے والی پر صدقہ (یعنی صدقہ فطر) لازم آیا اور اگر افراد کا احرام تھا تو کچھ بھی لازم نہ آیا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۶ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، یکم نوفمبر ۲۰۱۲م 830-F

عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں آنے والی خواتین میں سے ایک خاتون نے پاکستان سے آتے ہوئے جب عمرہ ادا کر کے بال کٹوائے تو سر کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک تہائی بالوں میں سے ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹے، اس طرح جب حج کے احرام سے فارغ ہونے کا وقت آیا تو بھی اتنے ہی بال کاٹے جب کہ اُس نے ایک پورے کی مقدار بال کاٹنے تھے، اب یہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مذکورہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ حلق یا قصر میں واجب مقدار کم از کم چوتھائی سر ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و التَّقصیرُ أن یاخذَ الرّجلُ و المرأةُ من رُؤُوسِ الشَّعر رُبع الرّأسِ مقدارَ الأنملة، کذا فی "التبیین": قالوا: یجبُ أن یزیدَ فی التَّقصیرِ علی قدرِ الأنملة، إذ أطرافُ الشَّعرِ غیرُ مُتساویةٍ عادةً فوَجبَ أن یزیدَ علی قدرِ الأنملة حتی یستوفی قدر

الأنمِلَة فی التّقصیرِ یقیناً، کذا فی "غایة السّروجی شرح الهدایة" (٤٣)

یعنی، تقصیر یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے بالوں کے سروں سے ایک پورے کی مقدار چوتھائی سر سے لیں، اسی طرح "التبیین" (٤٤) میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا، واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے، کیونکہ بالوں کے سرے عادۃً برابر نہیں ہوتے، پس واجب ہوا کہ پورے کی مقدار سے زیادہ کرے تاکہ تقصیر میں پورے کی مقدار یقیناً پوری ہو جائے۔ اسی طرح "غایة السّروجی شرح الهدایہ" میں ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

و إن قَصرتُ بعضَ رأسِها و تَرکتِ البعضَ أجزَأها إذا کانت ما قَصرتُ مقدارَ رُبعَ الرَّأسِ فصاعداً۔(٤٥)

یعنی، عورت نے اگر سر کے کچھ حصے کا قصر کروایا اور کچھ کا چھوڑ دیا تو اُسے جائز ہوا جب کہ جو قصر کروایا ہے وہ سر کی چوتھائی کو پہنچ جائے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ عالم بن العلاء لکھتے ہیں:

و إن کانتُ أقلّ من ذلك لا یُجزیها اعتباراً للتّقصیرِ فی حقِها بالحَلقِ فی حقِ الرّجالِ (٤٦)

یعنی، اگر اس سے (یعنی چوتھائی سے) کم ہے تو اُسے جائز نہیں عورتوں کے حق میں تقصیر کا مردوں کے حق میں حلق کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے۔

٤٣۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحج، ١/٢٩٥

٤٤۔ تبیین الحقائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الحلق أحب، ٢/٣٠٨

٤٥۔ الفتاویٰ التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٢/٤٠٥

٤٦۔ الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٢/٤٠٥

مذکورہ عورت نے تقصیر میں ایک تہائی بال کاٹے جو یقیناً چوتھائی سے زیادہ ہیں، باقی رہا پورے کی مقدار تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ پورے کی مقدار سے تھوڑا سا زیادہ کاٹنا واجب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عادۃً سر کے بال برابر نہیں ہوتے اسی لئے ہمارے ہاں عورتوں کو تقصیر کا طریقہ بتایا اور سکھایا جاتا ہے اُس میں ایک تہائی بالوں کو سرے سے انگلی کے گرد لپیٹ کر کاٹنا بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو چوتھائی بالوں کا کاٹنا جو کہ واجب ہے وہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے اور انگلی کے گرد لپٹے ہوئے بال سیدھے کر کے ناپے جائیں تو تقریباً دو پورے کے برابر ہو جاتے ہیں جس میں واجب یقینا ادا ہو جاتا ہے اور اگر عورت نے اگر ایسا ہی کیا تھا کہ انگلی کے گرد لپیٹ کر لپٹنے والے بالوں کے حصے سے کچھ کم کاٹے تھے اور قوی گمان بھی یہی ہے کیونکہ جس گروپ کی خاتون کے بابت سوال ہے اس نے جہاں حج کی تربیت حاصل کی جو کتاب اُسے دی گئی اس میں یہی طریقہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اُس نے انگلی کے پورے سے بالوں کے سرے کو ناپ کر پورے سے کم بال کاٹے ہوں گے تو اس سے واجب ادا نہ ہوگا کیونکہ تقصیر یہی ہے کہ چوتھائی سر کے بال کم از کم ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوز جندی نے "فتاوی قاضیخان" (٤٧) میں علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "ھدایہ" (٤٨) کے اندر، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" (٤٩) میں یہی لکھا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں کہ

٤٧۔ و التَّقصیرُ أن یقطعَ من رُؤُوسِ الشَّعر قدرَ الأنملة، یعنی، تقصیر یہ ہے کہ بالوں کے سروں سے پورے کی مقدار کاٹے جائیں (فتاوی قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی کیفیة الحج، ١/ ١٨٠)

٤٨۔ و التَّقصیر أن یأخذ من رُؤُوس شعرہ مقدار الأنملة، یعنی، اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں سے ایک پورے کی مقدار لے (الهدایة، کتاب الحج، باب الإحرام، ١۔ ٢/ ١٧٩، مع الفتح)

٤٩۔ اقل گرفتن مقدار سر انگشت است از طول موئے، یعنی، کم از کم لینا بالوں کی لمبائی سے انگلی کے سر کی مقدار ہے (حیاة القلوب، ص ٢٠٦)

قیل: هذا التقدیرُ مرویٌ عن ابن عمرَ و لم یُعلَم فیه خلاف (۵۰)

یعنی، کہا گیا ہے کہ (بال کاٹنے میں) یہ اندازہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔

لہٰذا اِس عورت سے معلوم کر لیا جائے کہ اُس نے بال کیسے کاٹے تھے اگر اِس طرح کاٹے کہ جس سے واجب ادا ہو گیا جیسا کہ ہم نے لکھا ہے تو فبہا ورنہ اس کا مسئلہ معلوم کر لیا جائے کہ بغیر معلوم کئے ہم اُس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲م 831-F

متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں کراچی آیا اور عمرہ ادا کر کے شیڈول کے مطابق مدینہ شریف چلا جاتا ہے پھر وہاں سے صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اُس کا حج ''تمتع'' رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج ''حجِ تمتع'' ہی رہے گا چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتمَر کوفیٌّ فیها و أقام بمکّةَ أو ببصرةَ، و حجَّ، صَحَّ تمتُّعه (۵۱)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور مکہ میں ٹھہرا یا بصرہ میں اور حج کیا تو اُس کا تمتّع صحیح ہوا۔

۵۰۔ العنایة علی هامش الفتح، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: مقدار الأنملة، ۲/۳۸۶

۵۱۔ کنز الدقائق، کتاب الحجّ، باب التمتّع، ص ۲۹

اور علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نقل کرتے ہیں:

إنّ مَن وَصَلَ إلى مكة من أهلِ المدينة و غيرهم كالحجاج، و أحرم بعمرة في أشهرِ الحجّ و حَلَّ منها، ثم طلع إلى الطّائف للتّنزهِ أو غيرِه، ثمّ أحرم بالحج منه و نزَلَ على عرفة: لا شيءَ عليه سوَى دم التَّمتّعِ و به صرّحَ في "غاية البيان" في باب التّمتع (٥٢)

یعنی، بے شک اہل مدینہ وغیرہ آفاقی حاجیوں میں سے مکہ مکرمہ پہنچا اور اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور (عمرہ ادا کرکے) اُس سے فارغ ہوا پھر سیر وتفریح یا کسی اور کام سے طائف گیا۔ پھر وہاں سے حج کا احرام باندھا اور عرفات آکر پہنچا تو اُس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتع کے اور "غاية البيان" کے باب التمتّع میں اسی کی تصریح کی ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٠ اکتوبر ٢٠١٢م 824-F

منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ جب مزدلفہ سے آتے ہیں رمی کے بعد قربانی کے بعد، یا قربانی کے بعد، یا قربانی کا انتظار کئے بغیر مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں اور وہیں رہتے ہیں، صرف رمی کے لئے منیٰ آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں اور اس طرح کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو بظاہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں اور بعض علم والے کہلاتے ہیں۔ اب شرع مطہرہ میں ایسے لوگوں کے لئے

٥٢۔ إرشاد الساري إلى مناسك ملا علي القاري، باب التمتّع، فصل: في تمتع المكي، تحت قوله: فمن تمتّع منهم إلخ، ص ٣٠٧، دار الكتب العلمية، و ص ٣٩١ المكتبة الإمدادية

کیا حکم ہے؟

(السائل: عبداللہ، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے لوگ سنّت مؤکّدہ کا خلاف کر کے اسائت کے مرتکب ہوتے ہیں چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

قال: و إنّ الذی أتی مکّةَ لطوافِ الزّیارةِ باتَ بها فنام مُتعمّداً أو فی الطّریق فقد أساءَ، و لیس علیه شیٌ إلّا الإساءةَ، لِما روی أن عمرَ رضی الله عنه کان یؤدّبُ النّاس علی تَركِ المَقامِ بمنیً فی لیالی الرَّمی، و لکن لیس علیه شیٌ عندنا (۵۳)

یعنی، بے شک وہ جو مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے آئے وہیں رات گزارے، وہیں یا راستے میں جان بوجھ کر سو جائے تو اُس نے اسائت کی اور اُس پر کچھ نہیں ہے سوائے اسائت کے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ لوگوں کو رمی کی راتیں منیٰ میں قیام ترک کرنے (یعنی قیام نہ کرنے) پر تادیب کرتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک اُس شخص پر کچھ (دَم یا صدقہ) لازم نہیں ہے (سوائے اسائت کے)۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۴ شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۲۲ اغسطس ۲۰۱۳ م F-857

قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں اور کب ایک جزاء لازم آتی ہے، اس کے لئے اصول کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان احمد)

۵۳۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك قبل باب القران، ۲/۴/۲۲

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اصول یہ ہے کہ وہ جنایت جو احرام سے متعلق ہو اس میں قارن پر دو جزائیں اور وہ افعال جو حج وعمرہ سے متعلق ہوں اس میں ایک جزاء لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

كل ما على المفرد به دمٌ بسبب جنايته على إحرامه فعلى القارن دمان و كذا الحكم فی الصدقة (٥٤)

یعنی، جس قصور میں تنہا حج کرنے والے پر ایک دَم واجب ہوتا ہے بسبب اُس کے احرام پر جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو دَم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

يعني بفعل شيءٍ من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً عن واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم يتعدّد الجزاء، لأنه ليس جناية على الإحرام (٥٥)

یعنی، جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنایت) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزاء متعدد نہیں ہوگی (یعنی دو دَم لازم نہیں آئیں گے) اس لئے کہ جنایت احرام پر نہیں۔

اور وہ کون سی چیزیں ہیں کہ جن میں ایک دَم اور دو دَم لازم آتے ہیں اس کے بارے

٥٤۔ تنوير الأبصار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص ١٧٠

٥٥۔ الدرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التنوير: و كل ما على ...... على إحرامه، ص ١٧٠

میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: محظورات الإحرام، أی: ما حرم علیه فعله بسبب نفس الإحرام لا من حیث کونه حجًا أو عمرة، و لا حرم بسبب غیر الإحرام و ذلك کاللبس و التطیب و إزالة شعر أو ظفر، فخرج ما لو ترك واجباً، کما لو ترك السعی أو الرمی أو أفاض قبل الإمام أو طاف جنباً أو محدثاً للحجّ أو العمرة فإن علیه الکفارة، و لا تتعدّد علی القارن لأن ذلك لیس جنایة علی الإحرام، بل هو ترك واجب من واجبات الحجّ أو العمرة (۵۶)

یعنی، محظورات احرام یعنی جس کام کا کرنا اُس پر نفسِ احرام کے سبب سے حرام ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ حج یا عمرہ ہے اور نہ غیر احرام (کسی امر) کے سبب سے حرام ہو اور وہ (جو احرام کے سبب سے حرام ہیں) سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بال دُور کرنا، ناخن تراشنا ہے پس اس سے نکل گیا جب اُس نے کسی واجب کو ترک کیا، جیسا کہ اگر سعی یا رمی کو چھوڑ دے یا امام سے قبل (عرفات سے) لوٹ آئے اور حالتِ جنابت میں یا بے وضو حج یا عمرہ کا طواف کرے تو اُس پر کفارہ ہے جو قارن پر متعدد نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جنابت احرام پر نہیں ہے بلکہ وہ تو واجبات حج یا عمرہ میں سے ایک واجب کو ترک کرنا ہے۔

اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کی صورت میں قارن پر صرف ایک دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ تمرتاشی حنفی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلّا المجاوزة المیقات غیر محرم فعلیه دمٌ واحدٌ لأنّه حینئذٍ

۵۶۔ ردّ المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضّمان بکسر آلات اللّهو، ۲/۷۰۱، ۷۰۲

ليس بقارنٍ (٥٧)

یعنی، مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں تو اس پر ایک دَم لازم ہے کیونکہ اس وقت میں وہ قارن نہیں ہوا (اس لئے کہ اُس نے اس وقت تک احرام نہیں باندھا)۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٩ ذى قعده ١٤٣٤ھ، ١٦ سبتمبر ٢٠١٣ م 866-F

مقیم عارضی پر قربانی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مقیم عارضی پر عید کی قربانی واجب ہے جب کہ وجوب کی دیگر شرطیں اس میں پائی جاتی ہوں؟

(السائل: حافظ عامر قادری)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: قربانی کے وُجوب کی شرطوں میں سے یک شرط مقیم ہونا ہے جیسا کہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

و الأضحيّةُ واجبةٌ فی قولِ أبی حنيفةَ على المُقيمِينَ الواجِدِينَ مِن أهلِ الأمصارِ و غيرِهم (٥٨)

یعنی، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قُربانی اہل شہر وغیرہم پر واجب ہے جو مقیم ہوں۔

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ٤٩٠ھ لکھتے ہیں:

وهى واجبةٌ على المَياسِرِ، و المُقيمِينَ عندنا (٥٩)

یعنی، ہمارے نزدیک قربانی تونگروں اور مقیموں پر واجب ہے۔

٥٧۔ تنوير الأبصار و الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص ١٧٠

٥٨۔ مختصر الطّحاوى مع شرحه للرّازى، كتاب الضّحايا، ٧/٣٠٥

٥٩۔ المبسوط للسّرخسى، كتاب الذّبائح، باب الأضحيّة، ٦/١٢/٨

اور علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

الأُضحيّةُ واجبةٌ علی کلِّ حُرٍّ مُسلمٍ مُقیمٍ (٦٠)

یعنی، قربانی واجب ہے ہر آزاد، مسلمان، مقیم پر۔

اور علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

تجبُ علی مُسلمٍ مُوسرٍ مُقیمٍ (٦١)

یعنی، قربانی واجب ہے مسلمان، تونگر، مقیم پر۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و ھی واجبةٌ علی کُلِّ مُسلمٍ مُقیمٍ مُوسرٍ (٦٢)

یعنی، قربانی ہر مسلمان مقیم تونگر پر واجب ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ، محمد بن حسن، حسن بن زیاد، زفر کا قول اور امام ابویوسف سے ایک روایت ہے اور اہلِ تصحیح محبوبی، نسفی وغیرہما نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہی اعتماد کیا ہے۔(٦٣)

اسی لئے مسافر پر قربانی واجب نہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

و لا تجبُ علی المُسافِرینَ (٦٤)

یعنی، (امام اعظم کے قول کے مطابق) مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے۔

اور علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۵۱۶ھ

٦٠۔ مختصر القدوری، کتاب الأضحیّة، ص ٢٠٨

٦١۔ کنز الدّقائق، کتاب الأضحیّة، ص ١٢٢

٦٢۔ المختار الفتوی، کتاب الأضحیّة، ص ٢٥٥

٦٣۔ التّصحیح و التّرجیح للعلامة قاسم، کتاب الأضحیّة، تحت قوله: الأضحیّة واجبةٌ إلخ، ص ٤١٨

٦٤۔ مختصر الطّحاوی مع شرحه للرّازی، ٣١٥/٧

لکھتے ہیں:

و لا أُضحيَةَ على المُسافِرِ (٦٥)

یعنی، مسافروں پر قربانی نہیں ہے۔

اور علامہ احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

لأنّها لا تَجبُ على المُسافرِ (٦٦)

یعنی، کیونکہ قربانی مسافر پر واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها الإقامةُ فلا تجبُ على المُسافرِ (٦٧)

یعنی، شرائطِ وُجوب میں سے ایک شرط اِقامت ہے پس مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: ۱۔ اسلام، ۲۔ اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں اِلخ۔ (درمختار وغیرہ) (٦٨)

اور قربانی کے مقیم پر واجب ہونے اور مسافر پر واجب نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لأنّ المقيمَ قد يَلزمه فرضٌ لا يلزمُ المُسافرِ كالجُمعةِ و تمام عَددِ الصّلاةِ و إتمام الصَّومِ في رمضانَ، و الأضحيَةُ عبادةٌ بدنيّةٌ، لأنّ الواجبَ فيها إراقة الدّم، فجازَ أن يختصَّ بها

٦٥۔ المحيط البرهاني، كتاب الأضحيّة، الفصل الأول: بيان وجوب الأضحيّة، برقم: ۱۰۸۷۰، ۸/۴۵۷

٦٦۔ الإيضاح شرح الإصلاح، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: غير مسافر، ۲/۳۹۰

٦٧۔ الفتاوى الهنديّة، كتاب الأضحيّة، الباب الأوّل: في تفسير ...... إلخ، ۵/۲۹۲

٦٨۔ بہار شریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص۱۱۰

المقيمُ (٦٩)

یعنی، کیونکہ مقیم کو کبھی وہ فرض لازم ہوتے ہیں جو مسافر کو لازم نہیں ہوتے جیسے جمعہ اور نماز کی رکعتوں کی پوری تعداد اور رمضان میں روزے پورے کرنا، اور قربانی عبادت بدنیہ ہے، کیونکہ اس میں واجب خون بہانا ہے، پس جائز ہے کہ یہ مقیم کے ساتھ مختص ہو۔

اور مسافر پر سے قربانی کے وُجوب کا سقوط مقیم سے اس وجوب کے سقوط کی دلیل نہیں ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و ليس فی سُقوطِها عن المسافِرِينَ ما يدلُّ على سُقوطِها عن المُقيمِينَ، لوُجُودِنا كثيراً من الفُروض يتعلّقُ وجوبُه بالمقيم دونَ المُسافرِ، منها الجُمعةُ، و الرّكعتان الأُخريان من الظُّهرِ، و تعيينُ فرضِ شهرِ رمضانَ، و صلاةُ العِيدَين، هذه كلُّها أمورٌ تلزَمُ المُقيمِينَ دونَ المسافِرِينَ (٧٠)

یعنی، قربانی کے مسافروں سے ساقط ہونے میں وہ دلیل نہیں ہے جو اِس کے مقیموں پر سے ساقط ہونے پر دلالت کرے، کیونکہ ہم بہت سے فرض پاتے ہیں کہ جن کا وُجوب مقیم سے متعلق ہے سوائے مسافر کے، اُن میں سے جمعہ ہے، ظہر (عصر اور عشاء) کی آخری دو رکعت ہیں، ماہِ رمضان کے فرض کا تعیین، اور نماز عیدین ہیں، یہ تمام اُمور مقیموں کو لازم ہیں نہ کہ مسافروں کو۔

اور قربانی کے وُجوب کے لئے پورے وقت مقیم رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

ولا تُشترطُ الإقامةُ فی جميعِ الوقتِ حتى لو كان مُسافراً فی

٦٩۔ التّجريد، كتاب الأضاحی، وجوب الضّحيّة، برقم: ٣١١٢٥، ١٢/ ٦٣٢٧

٧٠۔ شرح مختصر الطّحاوی، كتاب الضّحايا، الأدلّة على وُجوب الأضحيّة، ٧/ ٣١٨

أوّلِ الوقت، ثُمّ أَقامَ فی آخرِہِ تجبُ علیه، و لو کان مُقیماً فی
أوّلِ الوقت ثم سافرَ ثمّ أقامَ تجبُ علیه (۷۱)

یعنی، اور پورے وقت کی اقامت شرط نہیں حتی کہ اگر اول وقت میں مسافر ہو پھر اس کے آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہے، اور اگر اول وقت میں مقیم ہو پھر مسافر ہو گیا پھر مقیم ہوا تو اُس پر قربانی واجب ہے۔

امام ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ نقل کرتے ہیں کہ

و فی "المنتقی" إذا اشتری شاةً ضحّی بها، فسَافرَ فی أیّامِ الأُضحیّةِ قبلَ أن یضُحّی بها، فله أن یَبِعها (۷۲)

یعنی، "منتقی" میں ہے کہ اگر قربانی کے لئے بکری خریدی، پھر ایام قربانی میں قربانی کرنے سے قبل مسافر ہو گیا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اُسے بیچ دے۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: لا یَجبُ علیه ذلك (۷۳)

یعنی، اس کا مطلب ہے کہ اس پر یہ واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

هذا إذا سافر قبل أن یَشتری الأُضحیّةَ فإذا اشتری شاة للأُضحیّة ثم سافرَ ذکر فی "المنتقی" له أن یبیعها و لا یُضحّی بها و کذا روی عن محمدٍ رحمه الله تعالیٰ أنه یبیعُها، و مِن المَشائخ مَن فصّلَ بین المُوسرِ و المُعسرِ، فقال: إن کان

۷۱۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیّة، الباب الأوّل: فی تفسیر ......إلخ، ۵/ ۲۹۲

۷۲۔ المحیط البرهانی، کتاب الأضحیة، الفصل الأول: بیان وجوب الأضحیة، برقم: ۱۰۷۸۷، ۸/۴۵۷، ۴۵۸

۷۳۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الأضحیّة، تحت قول التّنویر: الإقامة، ۹/ ۵۲۰

مُوسراً فالجوابُ كذلك، و إن كان مُعسراً ينبغِي أن تَجبَ عليه و لا تَسقطَ عنه بالسَّفرِ وَ إن سافرَ بعد دخولِ الوقتِ قالوا: ينبغي أن يكونَ الجوابُ كذلك (٧٤)

یعنی، یہ اُس وقت ہے جب قربانی خریدنے سے قبل سفر شروع کیا، پس اگر قربانی کے لئے بکری خرید لی پھر سفر شروع کیا تو ''منتقی'' میں ذِکر کیا کہ اس کے لئے جائز ہے وہ اُسے بیچ دے اور اس کی قربانی نہ کرے۔

اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ اُسے بیچ سکتا ہے،(٧٥) اور مشائخ میں سے بعض نے مالدار اور تنگدست میں فرق کیا ہے، تو فرمایا: اگر مالدار ہے تو وہی حکم ہے اور اگر تنگ دست ہے تو اُس پر واجب ہو جانا چاہئے اور اُس سے (قربانی) سفر کی وجہ سے ساقط نہ ہو گی اور اگر قربانی کا وقت شروع ہو جانے کے بعد سفر شروع کیا تو فرمایا: چاہئے کہ حکم وہی ہو۔

اور مسافر قربانی کرے تو اس کی قربانی نفل ہو گی چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''فتاویٰ ہندیہ'' (٧٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے۔

اور ''رد المحتار'' (٧٧) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر نفل کے طور پر یہ کر سکتا ہے ثواب پالے گا۔

اور حاجی پر قربانی کے وُجوب کے بارے میں عباراتِ فقہاء میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ مُحرِم پر قربانی واجب نہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

٧٤۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأولّ، ٥/٢٩٢

٧٥۔ اس کی علّت یہ ہے کہ وہ اس حال میں ہو گیا کہ جس پر سے قربانی ساقط ہو جائے۔ (المحیط البرهانی، ٨/٤٥٨)

٧٦۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأول فی تفسير...... إلخ، ٥/٢٩١، بلفظ: أمّا للتّطوّع

٧٧۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، تحت قول التّنوير: الإقامة، ٩/٥٢٠

و قیل: لا تلزم المُحرِمِ "سراج" (۷۸)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرم پر قربانی کرنا لازم نہیں۔ "سراج الوھاج" (۷۹)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و قیل، لا تَلزَمُ المُحرِمَ و إن کان من أھلِ مکۃ "جوھرۃ" عن "الخجندی" (۸۰)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرِم پر قربانی نہیں اگرچہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو۔ "جوھرۃ" (۸۱) عن "الخجندی"۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی لازم نہیں جب کہ وہ محرم ہو اور اہلِ مکہ پر قربانی واجب ہے (جب کہ وُجوب کی دیگر شرطیں پائی جائیں) چنانچہ علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

فلا تجبُ علی المسافرِ و الحاجِّ إذا کان مُحرماً و لو من أھل مکۃَ کما فی "شرح الطّحاوی" لکن فی "المبسوط" إن علی أھل مکۃ التّضحیّۃ و إن حَجُّوا (۸۲)

یعنی، پس مسافر اور حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو جیسا کہ "شرح الطّحاوی" میں ہے لیکن "مبسوط" میں ہے کہ اہلِ مکہ پر قربانی ہے اگرچہ وہ خود حج کریں۔

۷۸۔ الدُّرّ المختار، کتاب الأضحیّۃ، ص ۶۴۵

۷۹۔ السّراج الوھّاج، کتاب الذبائح، باب الأضحیۃ، تحت قول القدوری: علی کل مسلم حر مقیم إلخ، وفیہ: و ذکر الخجندی أنھا لا تجب علی الحاج إذا کان محرماً و إن کان من أھل مکۃ

۸۰۔ ردُّ المحتار علی الدُّرّ المختار:۶/ ۳۱۵

۸۱۔ الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الأضحیۃ، تحت قولہ: علی کل حر مسلم مقیم إلخ، ۲/۲۴۱

۸۲۔ جامع الرّموز، کتاب التّضحیّۃ، ۲/۳۵۳

اور یہ بھی ہے کہ حاجی اور مسافر پر واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی الحدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و لا تَجبُ علی الحَاجّ و المُسافرِ و أمّا أهلُ مكةَ فإنّها تجبُ عليهم و إن حَجُّوا (۸۳)

یعنی، حاجی اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، پس مگر اہلِ مکہ تو ان پر واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور "خجندی" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الحجندی": لا تجبُ علی الحَاجّ إذا كان مُحرماً و إن كان من أهلِ مكّةَ (۸٤)

یعنی، "حجندی" میں ہے کہ حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ محرم ہو اگرچہ اہل مکہ میں سے ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و ذكر فی "الأصل": ولا تجبُ الأضحيّةُ علی الحَاجّ (۸۵)

یعنی، "مبسوط" میں ذِکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں۔

اور فقہاء کرام کی حاجی سے مراد وہ حاجی ہے جو مسافر ہو چنانچہ امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و فی "الأصل" ذُكر عن إبراهيمَ قال: هی واجبةٌ علی أهلِ الأمصارِ ما خَلا الحَاجّ و أرادَ بأهلِ الأمصارِ المُقيمِينَ و بالحَاجِّ المُسافِرينَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فعليهم الأُضحيّةُ و إن

۸۳۔ الجوهرةُ النيرة، كتاب الأُضحية، ص ۲٤۱

۸٤۔ الجَوهرةُ النيّرة: ۲٤۱/۲

حجُّوا (۸۶)

یعنی، کتاب "الأصل" میں ابراہیم سے ذِکر کیا گیا کہ آپ نے فرمایا قربانی اہلِ شہر پر واجب ہے سوائے حجاج کے، انہوں نے اہلِ شہر سے مراد مقیم اور حجاج سے مراد مسافروں کو لیا ہے، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی لازم ہے اگرچہ حج کریں۔

اور علامہ کاسانی اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمد ابو السعود حنفی نقل کرتے ہیں:

و أرادَ بِالحَاجِّ المسافرَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فتجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حَجُّوا (۸۷)

یعنی، اور حاجی سے مراد مسافر ہے مگر اہلِ مکہ تو ان پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور السید ثابت ابی المعانی التمزکانی متوفی ۱۳۴۶ھ کے "فتاویٰ" میں ہے:

مسئلة: (تنبيه) ذُكِرَ في "الأصلِ": أنه لا تجبُ الأضحيّةُ على الحَاجِّ، قال في "البدائع"، و "مبسوط السّرخسي": و أرادَ بالحاجِّ المُسافرَ، و أمّا أهلُ مكّةَ فتجبُ عليهم الأُضحيّةُ وإن حجُّوا اهـ. قالَ "الشّرنبلالي" فما في "الخجندي": أنّها لا تجبُ على الحَاجِّ إذا كانَ مُحرِماً، وإن كانَ مِن أهلِ مكّةَ يُحملُ على إطلاق الأصلِ، و يُحملُ كما حُمِلَ على المُسافِرِ (۸۸)

۸۶۔ المبسوط للسرخسي، كتاب الذّبائح، باب الأضحيّة، ۱۷/۱۲/۶

۸۷۔ بدائع الصّنائع، كتاب التّضحيّة، فصل في شرائط الوجوب، ۲۸۲/۶۔ و غُنية ذوي الأحكام في بغية درر الحكّام، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲۶۵/۱۔ و فتح المعين على شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: مقيم، ص ۲۷۷

۸۸۔ فتح الرحماني في فتاوى السيد ثابت أبي المعاني: ۲۲۶/۱

یعنی، مسئلہ: (تنبیہ) "الاصل" (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، "بدائع" اور "مبسوط السرخسی" میں فرمایا: امام محمد علیہ الرحمہ نے حاجی سے مراد مسافر حاجی کو لیا ہے، اور اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں اھ۔ شرنبلالی نے فرمایا جو "خجندی" میں ہے: حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو، اور اگر اہلِ مکہ میں سے ہو تو اصل کے اطلاق پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ (حاجی کو) مسافر پر محمول کیا گیا۔

اور صحیح یہ ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فَلَا تجبُ علی حاجّ مسافرٍ: فأمّا أهلُ مكّةَ فتلزَمُهم و إن حجُّوا (۸۹)

یعنی، پس حاجی مسافر پر واجب نہیں، مگر اہل مکہ تو ان کو قربانی کرنا لازم ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور سید ثابت ابی المعانی لکھتے ہیں:

و أما الأضحيّةُ، فإن كان مُسافراً فلا يَجبُ عليه و إلا كالمكيِّ فتجبُ كما فی "البحر" (۹۰)

یعنی، "غنیة الناسك" (ص ۱۱٤) کے "باب کیفیة اداء التمتع المسنون" میں ہے: مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ مکی کی مثل پر واجب ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں ہے۔ ردالمحتار کے مسائل رمی، ذبح اور حلق سے ماخوذ۔

۸۹۔ الدّرّ المختار، کتاب الأضحيّة، ص ٤٦٥

۹۰۔ فتح الرّحمانی فی فتاوی السّید ثابت أبی المعانی، کتاب الحجّ، ۱/۲۲٦

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے وجوب میں اعتبار حاجی اور غیر حاجی کا نہیں ، مسافر اور مقیم کا ہے اس لئے مسافر ہے تو واجب نہیں، مقیم ہے تو واجب ہے اگر چہ وہ حاجی ہو، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ

اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں، اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر حج میں ہو الخ (۹۱)

امام اہلسنّت کی مندرجہ عبارت میں صراحۃً مذکور ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر عید کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

مسافر پر اگر چہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرسکتا ہے ثواب پائے گا، حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی (۹۲)

فقہاء کرام نے اس مسئلہ لکھنے کے بعد جو مثال ذِکر کی اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ جو حاجی مکہ کا رہنے والا ہو اُس پر قربانی واجب ہے جب وہ مالدار ہو اور جو حاجی مکہ کے رہنے والا نہ ہو اس پر واجب نہیں۔ اس طرح ایک نئی اصطلاح مقیم مستقل اور مقیم عارضی نے جنم لیا اور انہوں نے اس حاجی پر جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اُس نے مکہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی ہو نماز تو پوری لازم کی مگر قربانی کے بارے میں کہا کہ اُس پر قربانی واجب نہیں حالانکہ مقیم عارضی اور مقیم مستقل کے مابین نماز اور قربانی وغیر ہا کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی سے شغف رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور آفاقی اگر سفر میں استطاعت نہیں رکھتا تو اُسے چاہئے اپنے وطن میں کسی کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تا کہ وہ اس کی طرف قربانی کر دے اور اگر ایسا بھی نہیں کرتا تو اُسے چاہئے کہ وہ

۹۱۔ انوار البشارہ،..........

۹۲۔ بہار شریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص ۱۱۰

اِن ایام میں اقامت کی نیت ہی نہ کرے اور اگر کر چکا ہے تو ان ایام سے قبل مدت سفر کے قصد سے مکہ مکرمہ سے چلا جائے اور مدت سفر کا قصد ضروری ہے اس سے کم کا قصد ہوگا تو مسافر نہ ہوگا چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

لأن الإقامة أصلٌ إلّا إذا قَصَدُوا مَوضعاً بينهما مدةُ سفرٍ فيَقْصرونَ...... ، و إلا لا (۹۳)

یعنی، کیونکہ اقامت اصل ہے مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ کا قصد کریں کہ جن کے مابین مدت سفر ہو تو وہ قصر کریں گے۔

اور ایام حج سے قبل واپس آجائے تو اس طرح اس کی اب مکہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ وہ منیٰ روانگی سے دس روز قبل بھی آتا ہے تو نیت اقامت درست نہ ہوگی اس لئے کہ اُسے پندرہ روز سے قبل مکہ مکرمہ چھوڑ کر منیٰ روانہ ہونا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فلَو دَخلَ الحاجّ مكّة أيام العَشر لم تصح نيته لأنّه يخرج إلى منى و عرَفَة فصار كنيّة الإقامةِ فی غير موضعها (۹۴)

یعنی، پس اگر حاجی ذوالحجہ کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (اقامت) درست نہیں کیونکہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا، پس ہوگئی اقامت کی نیت اپنی جگہ کے غیر میں۔

اور کچھ لوگ جدہ چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اب مسافر ہوگئے حالانکہ وہ اگر مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو جدہ جانے سے مقیم ہی رہے کیونکہ جدہ سے مکہ مکرمہ کا عام راستہ جو اس وقت آمد و رفت کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے اس کے اعتبار سے جدہ مدت سفر نہیں بنتا اور

۹۳۔ الدّر المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۰۶

۹۴۔ البحر الرائق شرح کنز الدّقائق، کتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: لا بمكة و منی، ۲/۲۳۲۔ الدّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر،

اگر طائف یا مدینہ منورہ چلے جائیں تو مسافر ہو جائیں گے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدۃ ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م 265-F

اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند افراد کہ جن پر دَم لازم تھے مل کر ایک اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر چار افراد نے مل کر ایک گائے یا ایک اونٹ خریدا اور ایک کے دو دَم تھے دوسرے کے بھی دو اور تیسرے اور چوتھے کا ایک ایک دَم تھا، چوتھے شخص نے کہا کہ میرا ایک دَم ہے اور ایک حصہ میں اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہوں تو یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: چند افراد مل کر دَم دینے کے لئے اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے:

"البَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَ البَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ" ورد ذلك فی حدیث جابرٍ (٩٥)، و ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھم

یعنی، اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات کی طرف سے۔

اور دوسری صورت جائز ہے جب کہ کسی کا گوشت کھانے کا ارادہ نہ ہو یعنی چھ دَم اور

٩٥ـ حدیثُ جابرٍ أخرجه مسلم فی "صحیحه" (صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب الإشتراك فی الهدی و إجزاء البقرة إلخ، برقم: ٣١٦١٤/٣٥٠ـ (١٣١٨)، ص ٦٠٨) و أبو داؤد فی "سننه" (سُنَن أبی داؤد، کتاب الضَّحایا، باب فی البقرة و الجزور، عن کم تجزی؟ برقم: ٢٨٠٩، ٣/١٦٤) و الترمذی فی "سننه" (سُنَن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة، برقم: ١٥٠٢، ٢/٤٤٧) و ابن ماجة فی "سننه" (سُنَن ابن ماجة، کتاب الأضاحی، باب عن کم تجزئُ البدنة و البقرة، برقم: ٣١٣٢، ٣/٥٣٦)

ساتواں حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی ہو، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

و لو اشترك جماعةٌ فی بدنةٍ أو بقرةٍ یریدون القربة أجزأهم، سواء اختلفت بهم الجهاتُ، أو اتحدتُ، بأن یذبحَ واحدٌ عن تمتّعٍ و الآخر إحصارٍ و غیر ذلك من القُرَبِ، فإن كان أحدُهم یُریدُ اللّحمَ، أو كان ذِمیاً یُریدُ القُربة لم یجز عن أحدٍ منهم (۹۶)

یعنی، اگرایک جماعت اونٹ یا گائے میں شریک ہوئی سب قُربت اِلَی اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُن کو جائز ہے چاہے ان کی جہات مختلف ہوں یا متحد، اس طرح کہ ایک حج تمتّع کی طرف سے ذبح کرتا ہے دوسرا دم احصار اور اس کے علاوہ اور قربتیں (۹۷) پس اگر اُن میں سے کوئی ایک گوشت کا ارادہ رکھتا ہے یا ذمی کافر ہے جو قُربت چاہتا ہے تو اُن میں سے کسی کی طرف سے بھی جائز نہیں ہوگا۔ (۹۸)

لہٰذا اِس طرح کرنے سے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے سب کے دَم ادا ہو جائیں گے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۸ ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۳ نوفمبر ۲۰۱۲ م 823-F

حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی

۹۶۔ المسالك فی المناسك، فصل فیما یجزی و ما لا یجزی بالأسنان، ۲/۹۹۴

۹۷۔ المبسوط (كتاب الذبائح، باب الأضحية، ۶/۱۲/۱۱)، و البدائع الصنائع (بدائع الصّنائع، كتاب التّضحية، فصل فی شروط جواز إقامة الواجب، ۶/۳۰۶)

۹۸۔ الجامع الصّغير، كتاب الذبائح، ص۲۳۱۔ و بداية المبتدی، كتاب الأضحية، ۴/۳۵۶۔ البحر الرائق، كتاب الأضحية، تحت قوله: و إن مات أحد إلخ، ۸/۳۲۵

شخص یہ کہے کہ حج میں تمتع یا قران کی ہدی سے قربانی کا وجوب ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ عوم الناس بھی تمتع اور قران کے دمِ شکر کو قربانی کا ہی نام دیتے ہیں؟

(السائل: محمد عرفان المانی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: اس سوال کے جواب میں امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

لیس هدیُ القِران هو الأضحیّة، و الدّلیل علیه: أنّ مُضیَّ أیام النّحرِ یمنع صحة الأضحیّة، ولا یمنعُ صحةَ هدی التّمتُّعِ، و لو کانت هی الأضحیّة، لتعلّقتُ بالوقتِ لأنّ الأضحیّةَ مخصوصةٌ بوقتٍ لا یصحُّ فعلُها فی غیره (۹۹)

یعنی، ہدیِ قران وہ قربانی نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک ایام نحر کا گزر جانا صحتِ قربانی تو مانع ہے اور صحتِ ہدی تمتع کو مانع نہیں ہے، اگر یہ (یعنی ہدی قران یا ہدی تمتع) قربانی ہوتی تو وقت سے متعلق ہوتی، کیونکہ قربانی وقت کے ساتھ مخصوص ہے جس کا اس وقت کے غیر میں کرنا درست نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حاجی متمتع یا قارن جو جانور دمِ شکر کے طور پر ذبح کرتا ہے وہ قربانی نہیں ہے اور اس سے قربانی کا وجوب ادا نہیں ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۵ شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۲۳ اغسطس ۲۰۱۳م 859-F

مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مُحصر بالحج اگر جانور ذبح کروا دے تو صرف ذبح سے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا یا اس کے لئے حلق

۹۹۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب الضحایا، الأدلة علی وجوب الأضحیّة، ۳۱۹/۷

کروانا ضروری ہوگا؟

(السائل: سید محمد طاہر نعیمی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں محصر کے احرام سے باہر آنے کے لئے ذبح کافی ہے حلق ضروری نہیں ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں کہ

ولأن الحلقُ من أسبابِ التّحلُّلِ، وكذا الذّبحُ حتى يتحلَّل به المحصر (۱۰۰)

یعنی، کیونکہ حلق اسبابِ تحلُّل سے ہے اسی طرح ذبح (بھی اسباب تحلّل سے ہے) یہاں تک کہ اس (ذبح) سے محصر احرام سے باہر آجاتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۹ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ، ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۳ م 864-F

مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید جو کہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف اور سعی کی حلق نہ کیا تھا کہ اُسی احرام کے ساتھ اُس نے حج کی تلبیہ کہی اور حج بھی کرلیا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے مکی کے لئے جو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اُس کے افعال شروع کردے پھر حج کا احرام باندھ لے، شرع کا حکم یہ ہے کہ وہ حج کو چھوڑ دے اور عمرہ اور حج کی قضاء کرے اور حج کے چھوڑنے کا دم بھی چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

۱۰۰۔ الهداية، باب الإحرام، تحت قوله ثم يذبح إن أحب ۱۔۲/۱۷۹

قال أبو حنيفة رحمه الله: إذا أحرَمَ المكيُّ بعُمرة و طاف لها شَوطاً ثم أحرَمَ بالحجّ، فإنّه يَرفُضُ الحجَّ و عليه لِرفضِهِ دمٌ و عليه حجّةٌ و عمرةٌ (١٠١)

یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کا ایک پھیرا دے لیا، پھر حج کا احرام باندھا تو وہ حج کو چھوڑ دے اور اُس پر حج کو چھوڑنے کا دَم اور ایک عمرہ اور حج (کی قضاء) لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا حكم المكيُّ و مَن بمَعناهُ إذا أدخلَ الحجَّ على العُمرةِ إن كان بعدَ طَافَ أكثرَهُ فيرفضُ حَجَّه (١٠٢)

یعنی، مگر مکی نے اور وہ جو اُس کے معنی میں ہے جب حج کو عمرہ پر داخل کیا، اگر اُس نے عمرہ کا اکثر طواف ادا کرنے کے بعد ایسا کیا تو حج کو چھوڑ دے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أي اتفاقاً، و عليه دمٌ (١٠٣)

یعنی، بالاتفاق اُسے حج چھوڑنا ہوگا اور اُس پر حج چھوڑنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور اس صورت اُس پر دَم کے ساتھ حج اور عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

كُلُّ مَن لَزِمَه رَفضُ الحجّةِ فی البابَين فعليه لرفضِها دمٌ و قضاء

١٠١۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، ١-٢/٢١١

١٠٢۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب إضافة أحد النسكين، ص ٣٢٦ (ص ٤١٦، ٤١٧)

١٠٣۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص ٣٢٦ (ص ٤١٦، ٤١٧)

حجّةٍ و عمرةٍ (١٠٤)

یعنی، ہر شخص کہ جس پر دونوں بابوں (١٠٥) میں حج کو چھوڑنا لازم ہوا تو اُس پر حج چھوڑنے کا دَم اور حج وعمرہ کی قضاء لازم ہوگی۔

اور اگر وہ نہیں چھوڑتا بلکہ ادا کرلیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو اُس پر ایک دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و كلُّ مَن لزِمَه الرَّفضُ فلم يَرفُضْ فعليه دمُ الجمعِ (١٠٦)

یعنی، اور ہر شخص کہ جسے (حج یا عمرہ کو) چھوڑنا لازم تھا اور اُس نے نہ چھوڑا تو اُس پر حج وعمرہ کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٤ ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ٩ نوفمبر ٢٠١٢م 811-F

طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل ہمبستری کرے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگر وقوف کے بعد حلق سے قبل ایسا کرے تو اُس پر بدنہ لازم آئے گا اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل ایسا کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حاجی اگر حلق کروانے کے بعد طوافِ زیارت سے قبل جماع کرلے تو اُس پر بکری کی قربانی لازم آئے گی اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

١٠٤ـ لُباب المناسك، باب إضافة أحد النّسكين، فصل: أى فی القضايا الكلية، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

١٠٥ـ يعنی باب الجمع بين النّسكين و باب إضافة الإحرام إلى الإحرام

و مَنْ جَامَعَ بعدَ الوُقوفِ بعرفةَ لم يَفسُد حجُّه و عليه بدنةٌ، و إن جامَعَ بعدَ الحلقِ فعليه شاةٌ (١٠٧)

یعنی، جس نے وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس کا حج فاسد نہ ہوا اور اُس پر بدنہ لازم ہے اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ مجد الدین عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعدَ الوُقوف فعليه بَدَنَةٌ و لا يفسُدُ حجّه، و إن جامَعَ بعد الحلقِ أو قبَّل أو لمسَ بشهوةٍ فعليه شاةٌ (١٠٨)

یعنی، اگر وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس پر بدنہ لازم ہے اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا یا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چھوا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعد الحَلقِ فعليه شاةٌ لبقاء إحرامه في حقِ النّساء دون لبسِ المَخيطِ و ما أشبهَ فخفَّت الجنايةُ فاكتفى بالشَّاة (١٠٩)

یعنی، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر (بطورِ دم) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں اُس کا احرام باقی ہے سوائے سلے ہوئے کپڑے پہننے اور اس کی مثل دیگر اُمور کے، پس جنایت خفیف ہوگی تو بکری کافی ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢٥ ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ١٠ نوفمبر ٢٠١٢م 812-F

١٠٧۔ مختصر القدوری، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ٧٢

١٠٨۔ المختار الفتوی، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ٨٩، ٩٠

١٠٩۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: فإن نظر إلخ مع قول البداية: و إن جامع إلخ، ١-٢/١٩٨

حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ میں مقیم ایک شخص نے سات ذوالحجہ کو جدہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کیا اور حلق یا قصر کروائے بغیر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا اور اپنے آپ کو مفرد بالحج سمجھتے ہوئے جانور بھی ذبح نہ کیا، اب اس صورت میں اُس کا حج درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: عبدالصمد، جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دَم لازم ہوگا اور ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی کہ اُس نے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مذکور شخص حِلّ کا رہنے والا ہے اور جو لوگ میقات حرم یا حِلّ یا حرم میں رہتے ہیں اُن کے لئے حجِ تمتّع اور قران ممنوع ہے جیسا کہ کافی حاکم شہید (۱)، مختصر طحاوی (۲)، شرح مختصر طحاوی (۳)، مبسوط امام سرخسی (۴)، محیط امام سرخسی (۵)، محیط برہانی (۶)، ہدایہ (۷)، مختصر قدوری (۸)، کنز الدقائق (۹)، مجمع البحرین (۱۰)، وقایۃ الروایۃ (۱۱)، اور المختار الفتویٰ (۱۲) وغیرہا کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اور ممانعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا لقوله تعالیٰ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۱۱۰) و الإشارة إلی التّمتّع و فی معناه القِرانُ (۱۱۱)

یعنی، اور یہ (ممانعت) اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو'' اور اِس میں اشارہ حجِ تمتّع

۱۱۰۔ البقرة: ۱۹۶/۲

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قِران المكی، ص۲۹۶، دارالكتب العلمية، (ص ۳۷۸، المكتبة الإمدادية)

کی طرف ہے اور اُسی معنی میں قِران ہے۔

اور اِن میں سے کوئی اگر تمتع یا قران کرلے تو اُس نے بُرا کیا اور اُس پر دَم لازم آتا ہے جو کہ دَم جبر ہے نہ کہ دَم شُکر چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی قِران کے بیان میں لکھتے ہیں:

فَمَن قَرَنَ منهم كان مُسيئاً، و عليه دمُ جَبرٍ (١١٢)

یعنی، پس ان (میقات یا اہلِ حِل یا اہلِ مکہ) میں سے جو حِج قران کرے وہ مُسیِٔ ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔(١١٣)

اور تمتُّع کے بیان میں لکھتے ہیں:

ليس لأهلِ مكّة و أهلِ المواقيت، و مَن بينها و بين مكّة تمتُّعٌ،

فمَن تمتَّعَ منهم كان عاصياً و مُسيئاً و عليه لإساء ته دمٌ (١١٤)

یعنی، اہل مکہ، اہل مواقیت اور جو مکہ اور میقات کے مابین ہیں اُن کے لئے تمتع نہیں ہے پس اِن سے جو تمتع کرے وہ گنہگار (١١٥) ہے (١١٦)

١١٢۔ لُباب المناسك، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص ٢٩٦، (ص ٣٧٨).

١١٣۔ اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: أی: كفارةٌ لإساء ته حتماً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص ٢٩٦)، یعنی، اُس کی اسائت کی وجہ سے حتماً کفارہ لازم ہے۔

١١٤۔ لباب المناسك، باب التّمتع، فصل: فی تمتّع المكی، ص ٣٠٢ (ص ٣٨٥)

١١٥۔ اس لئے اُس پر توبہ بھی لازم ہے، اور گناہ کا تدراک صرف توبہ کے ذریعے ہوسکتا ہے چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں: و تدارُكُ إثمه و هو التوبة عن المعصية (المسلك المتوسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، تحت قوله: و الإثم، ص ٣٣٠، (٤٢٢)، یعنی، اس کے گناہ کا تدارک اور وہ معصیّت سے توبہ کرنا ہے۔ اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: و لا بدّ من التّوبة على كلّ حالٍ (لباب المناسك، باب الجنايات، ص ٣٣٠ (٤٢٢)، یعنی، (گناہ کی معافی کے لئے) بہر حال توبہ ضروری ہے۔

١١٦۔ اس کے تحت ملاعلی قاری لکھتے ہیں: أی: لمخالفة الآية (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل: فی تمتع المكی، ص ٣٠٢، (ص ٣٨٥۔ ٣٨٦) یعنی، وہ آیہ کریمہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہے اور یہ آیت وہ ہے کہ جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔

اور بُرا کرنے والا ہے اور اُس پر اس کی اسائت کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور پھر ایسا شخص جب عمرہ کا اکثر طواف کرنے کے بعد حج کا احرام باندھے تو اُس پر حج کو چھوڑ دینا لازم آتا ہے اور اگر نہ چھوڑے بلکہ ادا کرلے کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو مضى فيهما جازَ أي: أجزأهُ مع للإساءة، أي: إساءة الكراهة و عليه دَمُ الجَمع (۱۱۷)

یعنی، اگر دونوں کو ادا کرلے تو جائز ہوا یعنی اسائت کے ساتھ اُسے جائز ہوا، اس سے مراد کہ کراہت کی اسائت کے ساتھ جائز ہوا اور اُس پر (غیر مشروع طریقے پر دو احراموں کو) جمع کا دَم لازم ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۹ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ٤ نوفمبر ۲۰۱۲ م 815-F

دَم جبر کی ادائیگی علی التَّراخی واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج یا عمرے میں اگر دَم وغیرہ لازم آجائے تو اُس کی ادائیگی علی التراخی لازم آتی ہے یا علی الفور اور اگر فوراً لازم ہو تو تاخیر سے گُناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ بلال قادری)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: جنایتوں کی جزائیں اور کفّارے علی التراخی واجب ہوتے ہیں اس لئے تاخیر کے سبب گُناہ لازم نہیں آتا جب بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا قرار پائے گا نہ کہ قضاء کرنے والا، اگرچہ کفّارے کو ساقط کرنے میں جلدی کرنا افضل ہے اور اگر ادا نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار ہو گا اور اس صورت میں مرنے سے قبل وصیّت کرنا لازم ہے اور اگر وصیّت نہ کر کے گیا تو ورثاء پر اُن کی ادائیگی لازم نہیں، ہاں اگر وہ اپنی مرضی

۱۱۷۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب إضافة احدُ النُّسكين، ص ۳۲۶، (ص ۴۱۷)

سے ادا کردیں تو نجات کی اُمید ہے۔

دَم (یہاں دَم سے مراد دَم جبر ہے نہ کہ دَم شکر) اور کفارے علی التراخی واجب ہوتے ہیں ان کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

اعلم أنّ الکفّاراتِ کُلّها واجبةٌ علی التّراخی (۱۱۸)

یعنی، جان لے کہ تمام کفارے علی التراخی واجب ہیں۔

فلا یأثَمُ بالتّاخیر عن أوّلِ وقتِ الإمکانِ و یکون مؤدیًا لا قاضیاً فی أیّ وقت أدّی (۱۱۹)

یعنی، پس اول وقت امکان (۱۲۰) سے تاخیر کے سبب گنہگار نہ ہوگا جس وقت ادا کرے گا ادا کرنے والا کہلائے گا (۱۲۱) نہ کہ قضاء کرنے والا۔

إنّما یَتضیّقُ علیه الوُجوبُ فی آخرِ عُمرہِ فی وقتٍ یَغلبُ علی ظنِّه أنّه لو لم یُؤدِّہ لَفاتَ، فإن لم یؤدِّ فیه فماتَ أثِمَ و یجبُ علیه الوصیّةُ بالأداءِ (۱۲۲)

یعنی، وُجوب اُس پر اُس کی عمر کے آخر میں اُس وقت تنگ ہوتا ہے جب اُس کو غالب گمان یہ ہو جائے کہ اگر وہ (اُس وقت) ادا نہیں کرے گا تو (وقتِ ادا) فوت ہو جائے گا، پس اگر اُس وقت ادا نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار رہوا اور اُس پر ادائیگی کی وصیت لازم ہے۔

و لولم یُوصِ لم یَجب فی التّرکةِ، و لا علی الوَرثةِ، و لو تبرّع

۱۱۸۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص ۵۴۲، المکتبة الإمدادیة)

۱۱۹۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص ۵۴۲)

۱۲۰۔ "اول وقتِ امکان" سے مراد ہے ادائیگی پر قدرت کے زمانے کی ابتداء (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص ۵۴۲))

۱۲۱۔ اس لئے کہ جزاؤں اور کفارات کا امر جلدی پر محمول نہیں ہے (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳ دار الکتب العلمیة، (ص ۵۴۲))

عنه الورثةُ جازَ (۱۲۳)

یعنی، اور اگر وصیت نہ کی تو ترکہ میں سے ادائیگی واجب نہ ہوئی اور نہ ورثہ پر (ادائیگی واجب ہے) اور اگر ورثہ نے اُس کی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہوا۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ ''اُس کی نجات کی اُمید ہے'' (۱۲۴)

اور ادائیگی میں جلدی کرنے کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ:

و إنّما الفورُ بالمُسارعةِ إلى الطّاعةِ و المُسابقةِ إلى إسقاطِ الكفّارةِ أفضلُ، لأنّ في تأخير العبادات آفاتٌ، لذا قيل: عجّلُوا بأداءِ الصّلاةِ قبلَ الفوت، و أسرعُوا بقَضائِها قبلَ الموت (۱۲۵)

یعنی، طاعت میں جلدی کرنا اور اسقاطِ کفارہ میں سبقت کرنا افضل ہے کیونکہ عبادات کی تاخیر میں آفتیں ہیں اسی لئے کہا گیا کہ نماز کو اس کے فوت ہو جانے سے قبل ادا کرنے میں جلدی کرو اور اُس کی قضاء میں جلدی کرو موت سے قبل۔

واللہ تعالى أعلم بالصّواب

یوم الإثنين، ۲۰ ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۵ نوفمبر ۲۰۱۲م 817-F

حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کے بعد عمرہ کیا سعی سے فراغت کے بعد اُس نے سر کی پچھلی جانب چند جگہ اُسترا پھروایا چونکہ سر کے بال بالکل چھوٹے تھے اس لئے اُس نے سمجھا کہ مجھے سر کا حلق لازم نہیں ہے اور

۱۲۳_ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ۴۲۳ (ص ۵۴۲)

۱۲۴_ المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ۴۲۳ (ص ۵۴۲)

۱۲۵_ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، تحت قوله: اعلم أن الكفّارات إلخ، ص ۴۲۳ (ص ۵۴۲)

اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اور جب اُسے چھ گھنٹے گزر گئے تو اُسے حلق کروایا گیا، اُس نے چھ گھنٹوں تک سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے علاوہ کوئی کام ایسا نہ کیا تا جو خلافِ احرام قرار دیا جائے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں جب اُس نے حلال ہونے کی نیت کر لی اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں شروع ہو گیا کہ اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، اُس نے اور بھی ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوتا تب بھی ایک ہی جزاء لازم آتی، تعددِ جنایت پر متعدد جزائیں اِس لئے لازم نہ آتیں کہ اُس نے ممنوعات کا ارتکاب تاویل سے کیا ہے گو کہ تاویل فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہے۔

اور ایسی صورت میں فقہاء کرام کی تمام عبارت میں ایک دَم کے لزوم کا ذِکر ہے جیسا کہ ہم نے ''فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مرتکب میں مذاہب'' کے عنوان میں تحریر شدہ فتویٰ میں اُن میں سے متعدد عبارات نقل کی ہیں، اُن میں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ ''متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی'' اور یہاں متعدد جنایات نہیں ہیں صرف ایک جنایت ہے وہ یہ کہ اُس نے چھ گھنٹے تک حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہنے، لہٰذا قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اُس پر ایک جزاء لازم آئے اور پھر ہمارے فقہاء نے بھی محظورات اور ممنوعات کا تذکرہ کیا اور یہاں محظورات نہیں بلکہ ایک محظور ہے، ممنوعات نہیں ایک ممنوع ہے اس لئے ایک ہی جزاء لازم ہوگی جیسا کہ محظورات اور ممنوعات کے ارتکاب پر ایک جزاء لازم کی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں جمیع محظورات کے ارتکاب پر دَم لازم کیا ہے اور ہم ایک محظور کے ارتکاب پر ایک صدقہ لازم کرتے ہیں کیونکہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کو صرف چھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ١٥ نوفمبر ٢٠١٢م 821-F

بے وضو نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بے وضو نفلی طواف کیا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ نجاست حکمیہ سے طہارت مطلق طواف میں احناف کے صحیح مذہب کے مطابق واجب ہے چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و هو الصّحيحُ من المذهب أنّ الطّهارة فی الطواف واجبةٌ (۱۲۶)

یعنی، صحیح مذہب (حنفی) میں طواف میں طہارت واجب ہے۔

اسی طرح علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے "ھدایہ" (۱۲۷) میں، علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "عنایہ" (۱۲۸) میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے "البنایہ" (۱۲۹) میں اور علامہ کاسانی حنفی نے "بدائع الصنائع" (۱۳۰) میں لکھا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال أبو بكر الرّازی: إنّها واجبةٌ، بدليلٍ أن الكفّارةَ تجبُ بتركِهَا، فَدلَّ على الوُجوبِ (۱۳۱)

۱۲۶۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطّواف، ۳۵/۴/۲

۱۲۷۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم محدثاً، ۱۔۲/۲۹۹، و فيه: و الأصح أنها واجبة لأنه يجب بتركها الجابر

۱۲۸۔ العناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف إلخ، ۲۵۹/۲

۱۲۹۔ البناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ۳۵۵/۴

۱۳۰۔ بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّيارة و واجباته، ۶۹/۳

۱۳۱۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی شرائط صحة الطواف و ما يقع معتداً و ما لا يقع، ۴۳۹/۱

یعنی، امام ابوبکر رازی نے فرمایا کہ طہارت واجب ہے اس دلیل سے کہ اس کے ترک پر کفارہ واجب ہوتا ہے پس اس نے وجوب پر دلالت کی۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الأول: الطهارة عن الحدث الأكبر والأصغر (١٣٢)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاکی ہے۔

اور نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو طوافِ قدوم کا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و حكم كلِّ طوافِ تطوّعٍ كحكم طوافِ القدوم (١٣٣)

یعنی، ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قدوم کی مثل ہے۔(١٣٤)

اور طوافِ قدوم اگر بے وضو کیا تو اعادہ لازم ہے اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و من طاف طواف القدوم محدثاً فعليه صدقة (١٣٥)

یعنی، جس نے طوافِ قُدوم حدث کی حالت میں کیا تو اُس پر صدقہ ہے۔

لہٰذا نفلی طواف میں بھی صدقہ لازم آئے گا اور امام ابوالقاسم حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور اُن سے علامہ جلال الدین خوارزمی نے نقل کیا کہ:

و إن طاف بالبيتِ تطوُّعاً على غير طهارةٍ، عن محمد رحمه

١٣٢۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل: في واجبات الطواف، ص٢١٣، المكتبة الإمدادية

١٣٣۔ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل: في الجناية في طواف القدوم، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، المكتبة الإمدادية)

١٣٤۔ علامہ مرغینانی حنفی طواف قدوم کا حکم بیان کر کے لکھتے ہیں: و كذا الحكم في كل طواف هو تطوع (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١۔٢/١٩٩) یعنی، اسی (طوافِ قُدوم) کی طرح حکم ہے ہر طواف میں جو نفلی ہو۔

١٣٥۔ بداية المبتدي، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١۔٤/١٩٨

اللہ تعالیٰ: أنّہ یلزَمُہُ الصَّدقۃُ، و قال بعضُ مشائخِ العراقِ رحمہم اللہ تعالیٰ: یَلزَمُہ الدَّمُ (١٣٦)

یعنی، اگر بیت اللہ شریف کا نفلی طواف بغیر طہارت کے کیا تو امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اُسے صدقہ لازم ہے اور بعض مشائخ عراق نے فرمایا کہ اُسے دَم لازم ہے۔

اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو چاہئے کہ اعادہ کر لے اور اگر چلا گیا تو صدقہ دے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

و فی "البدائع": قال محمدٌ: و من طافَ تطوُّعاً علی شیءٍ مِن ہذہِ الوُجوہِ، فأحبُّ إلینا إن کان بمکّۃَ أن یُعیدَ الطوافَ، و إن کان رَجعَ إلی أہلِہ فعلیہ صدقۃٌ (١٣٧)

یعنی، "بدائع الصنائع" میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا جس نے ان وجوہ میں سے کسی شئ پر نفلی طواف کیا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ہے تو اعادہ کرے، اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو اُس پر صدقہ لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٩ ذو الحجۃ ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢ م 825-F

جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص

١٣٦۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، الواجبات التی یجب بہا الدّم علی الحاج خمسۃ: ١/١٨٢، و اللفظ لہ۔ الکفایۃ مع الفتح، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طوافَ إلخ، ٢/٤٥٩

١٣٧۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی الجنایۃ فی طواف القدوم، تحت قولہ: حکم کلّ طوافِ تطوّعٍ إلخ، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، ٤٩٩، المکتبۃ الامدادیۃ)

جدہ میں مقیم ہے اُس نے اس سال شوال کے مہینے میں یا ذوالقعدہ میں عمرہ ادا کیا اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسی سال حج ادا کرے کیا وہ حج ادا کرسکتا ہے یا نہیں، اگر کرسکتا ہے تو وہ کونسا حج کرے افراد یا تمتُّع یا قران؟

(السائل: از جدہ، C/O علامہ مختار اشرفی، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ شخص اس سال حج نہیں کرسکتا کیونکہ اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا ہے، اور اگر کرے گا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلم أنّ أهلَ مكة و من داخلَ الميقاتِ لا تمتُّعَ لهم و لا قِران عند أبي حنيفةَ و أصحابِه، و إمامُهم في ذلك عليّ و عبدُ الله بنُ عباسٍ و عبد الله بنُ عمرَ رضي الله عنهم لو تمتَّعُوا جازَ و أساؤُا و لَزِمَهم دمُ الجبر (۱۳۸)

یعنی، جاننا چاہئے کہ اہل مکہ اور جو میقات کے اندر رہتے ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اُن پر نہ تمتُّع ہے نہ قِران، اور اس مسئلہ میں اُن کے امام حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر یہ تمتُّع کریں تو جائز ہوجائے گا اور انہوں نے اساءت کی اور انہیں دَم جبر لازم آئے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۲م 826-F

عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ تمتُّع کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا اُس کے ساتھ اُس کی بوڑھی والدہ تھیں، ہجوم کی وجہ سے وہ

۱۳۸۔ العناية شرح الهداية، باب التمتع، ۲/۴۲۸

خاتون صرف عمرہ کے طواف کے تین چکر دے پائیں اور سعی کر کے قصر کروا دیا، اس صورت میں اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ محمد بلال بن عارف قادری، الفتانی حج گروپ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر لازم ہے کہ وہ احرام کی پابندیاں شروع کر دے اور مکمل طواف کرنے کے بعد سعی کرے اور قصر کروائے اور ایک دم بھی اُس پر لازم ہوگا جو اُسے سرزمین حرم پر ہی دینا ہوگا کیونکہ طواف عمرہ میں رُکن ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنه رُكن العُمرةِ (۱۳۹)

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کا رُکن ہے۔

اور اُس خاتون نے اس رُکن طواف کے صرف تین پھیرے دیئے جو کہ آدھے پھیروں سے کم ہیں اور اکثر یعنی آدھے سے زیادہ اُس نے چھوڑ دیئے، اِس لئے اُس کا یہ طواف شمار نہ ہوا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن تركَ أربعةَ أشواطٍ بَقِيَ مُحرِماً أبداً حتى يَطُوفَها (۱۴۰)

یعنی، جس نے طواف کے چار پھیرے چھوڑ دیئے وہ ہمیشہ مُحرم رہے گا یہاں تک کہ انہیں ادا کرے۔

اس کے تحت محقق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

لأنّ المتروكَ أكثرُ، فصار لأنّه لم يطُف أصلاً (۱۴۱)

یعنی، کیونکہ چھوڑا ہوا طواف نصف سے زیادہ ہے پس یہ یوں ہوگیا گویا

۱۳۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، تحت قوله: و لا يجزئ عنه البدل أصلاً، ص ۳۹۰ دار الكتب العلمية و ص ۵۰۰، المكتبة الإمدادية

۱۴۰۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ۱۔۲/۱۹۹

۱۴۱۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، ۴۶۵/۲

کہ اُس نے اصلاً طواف ہی نہ کیا۔(۱۴۲)

جب اُس کا طواف شمار نہ ہوا تو رُکن ادا نہ ہوا، جب رُکن ادا نہ ہوا تو احرام سے فارغ ہونا واقع نہ ہوا اس لئے کہ طواف میں سات میں سے چار پھیرے فرض تھے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ الفرضَ فی أشواطِ الطوافِ أکثرُ السّبع لا کلُّها (۱۴۳)

یعنی، طواف کے پھیروں میں فرض سات میں سے اکثر پھیرے ہیں نہ کہ تمام۔

لہٰذا اُس پر لازم ہوا کہ وہ احرام کی پابندیوں کی طرف لوٹ آئے اور کامل طواف کے بعد سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی، چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الظّہیریة" (۱۴۴): و لو ترکَ طوافَ العُمرةِ أکثرَہ أو کُلّہ و سَعَی بین الصّفا و المروةِ و رجَعَ إلی أھلِه فھو مُحرِمٌ أبداً و لا یجزئُ عنه البدلُ، و علیه أن یعُودَ إلی مکة بذلك الإحرام، لا یَجبُ علیه إحرامٌ جدیدٌ لأجل مُجاوزةِ المیقات، و فی "شرح الطّحاوی" یَطوفُ لھا أو یَکمُلُ الطوافَ و یسعَی بین الصّفا و المروة و سعیُه الأول غیرُ جائزٍ (۱۴۵)

یعنی، "فتاویٰ ظہیریہ" میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا

۱۴۲۔ جب کہ صاحب ہدایہ نے خود یہ لکھا کہ لأن المتروكَ أکثرُ فصار کأنه لم یطف أصلاً (الھدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، طواف القدوم، ۱۔۲/۱۹۹) یعنی، کیونکہ متروک زیادہ ہے پس ہوگیا گویا کہ اُس نے اصلاً طواف نہیں کیا۔

۱۴۳۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: سبع الفرض، ۳/۶۶۴

۱۴۴۔ الفتاویٰ الظّھیریة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، ص ۱۴۳

۱۴۵۔ الفتاویٰ التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، جئنا إلی طواف العمرة، ۲/۳۹۰

ومروہ کے مابین سعی کی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرِم ہے اور اُس سے بدل جائز نہ ہوگا، اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ کو لوٹے اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہیں ہے، اور ''شرح الطحاوی'' میں ہے کہ عمرے کا طواف کرے یا طواف کو مکمل کرے اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی۔

اور اُس پر اُن تمام جنایات کے بدلے جو اُس سے سرزد ہوئیں جیسے بال کاٹنا، خوشبو لگانا وغیرہ ایک دَم لازم ہوگا کیونکہ اُس نے جتنی بھی جنایات کا ارتکاب کیا وہ اس فاسد گمان سے کہا کہ وہ اس طرح کرنے سے احرام سے باہر ہوگئی ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ ذوالحجۃ ١٤٣٣ھ، ٢١ اکتوبر ٢٠١٢م 827-F

آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طائف سے آیا، میقات سے حج افراد کا احرام باندھا اور سیدھا عرفات پہنچا نہ اُس نے طوافِ قُدوم کیا نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہوا، اس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، از طائف)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا حج درست ہو جائے گا اور اُس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا نہ گُناہ اور نہ کفارہ، مفرد بالحج اور قارن کے لئے طواف قدوم سنّت مؤکدہ ہے مگر وہ طواف اس شخص سے ساقط ہوگیا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

و إذا لم یدخُلِ المُحرِمُ مکّۃَ و توجہ إلی عرفاتَ و وَقَفَ بھا سقط عنہ طوافُ القُدومِ (١٤٦)

یعنی، پس اگر مُحرِم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہوا اور

١٤٦۔ بدایۃ المبتدی، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: و إذا لم یدخل مکۃ إلخ، ١۔٢/١٨٣

وہاں وقوف کیا تو اُس سے طوافِ قدوم ساقط ہو جائے گا۔

ساقط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس پر اِس طواف کی قضاء لازم نہیں کیونکہ یہ طواف افعالِ حج کی ابتداء میں مشروع کیا گیا ہے جب اُس نے افعالِ حج کی ابتداء اُس کے بغیر کر لی تو اب اُسے ادا کرنا سنّت نہ رہا، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه شُرع فی ابتداءِ الحجّ علی وجهٍ یترتّبُ علیه سائرُ الأفعالِ فلا یکونُ الإتیانُ بهِ علی غیرِ ذلك الوَجهِ سنّةً (۱۴۷)

یعنی، کیونکہ طوافِ حج کی ابتداء میں اِسی وجہ پر مشروع کیا گیا ہے کہ اس پر حج کے تمام افعال مرتّب ہوتے ہیں لہٰذا اُسے اِس وجہ کے غیر پر لانا (یعنی ادا کرنا) سنّت نہیں ہے۔

اور اس کے ترک پر کچھ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ لکھتے ہیں

و لا شیءَ علیه بترکه (۱۴۸)

یعنی، اس طواف کے چھوڑنے سے اُس پر کچھ شئ لازم نہیں۔

کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنّت کا یہی حکم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه سنّةٌ و بترك السنّةِ لا یجبُ الجابر (۱۴۹)

یعنی، کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر جابر (یعنی کفارہ) واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر اُس کے پاس وقت تھا پھر نہ آیا تو اسائت کا مرتکب ضرور ہو گا کیونکہ سنّت مؤکدہ کے ترک پر یہی حکم ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۲ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۸ اکتوبر ۲۰۱۲م 828-F

۱۴۷۔ الهدایة، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: فإن لم یدخل مکة إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

۱۴۸۔ بدایة المبتدی، کتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل: و إذا لم یدخل إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

۱۴۹۔ الهدایة، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل، و إذا لم یدخل إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ یا حج میں تمام افعال سے فراغت کے بعد جب حلق کا وقت آیا حلق کروانے سے قبل داڑھی کا خط بنوایا پھر حلق کروایا، اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم آیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: اِس مسئلہ میں چند صورتیں بنتی ہیں، اُس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوگا یا صرف حج کا یا حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا ہوگا یعنی وہ قارن ہوگا، پھر اُس نے خط بنوانے میں صرف اُوپر سے بال منڈوائے ہوں گے یا نیچے گردن یعنی حلق کے بھی۔

اگر وہ صرف عمرہ یا حجِ افراد یا تمتّع کے احرام میں تھا اور اُس نے داڑھی کا خط بنوانے میں صرف اُوپر کے بال منڈوائے تو دیکھا جائے گا کہ جو بال اُس نے منڈوائے وہ داڑھی کا چوتھائی یا تہائی حصہ بنتے ہیں یا چوتھائی سے کم، اگر چوتھائی حصے کے برابر ہوں گے تو دَم لازم آئے گا کیونکہ جب اُس نے خط بنوایا اُس وقت وہ احرام میں تھا، احرام سے باہر صرف حلق یا قصر کے ذریعے ہوگا، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: و على هذا لو حلقَ لحيتَهُ أو ثُلُثَهَا أو رُبعَهَا فعليه دمٌ، لأنّه عضوٌ كاملٌ منفردٌ غيرُ تابعٍ لغيرها (۱۵۰)

یعنی، اس پر اگر داڑھی منڈوائی یا اس کا ایک تہائی یا چوتھائی منڈوایا تو اس پر دَم ہے کیونکہ وہ تنہا کامل عضو ہے کسی کا تابع نہیں۔

اور علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

إن بحلقِ رُبعِ الرَّأسِ و اللِّحيَةِ يجبُ الدَّمُ (۱۵۱)

۱۵۰۔ المسالك في المناسك، باب الجنايات، فصل: كفّارة جناية الحلق، ۷۵۴/۲

۱۵۱۔ الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه و ما لا يحرم، نوع منه في حلق الشعر و قلم الأظافير، ۳۷۶/۲

یعنی، بے شک چوتھائی سر اور داڑھی مونڈنے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

کُلّما کانت اللّحیة مقصودةً بالحلقِ فی بعض النّاس أُلحقت اللّحیةُ بالرّأسِ احتیاطًا لإیجابِ الکفّاراتِ فی المناسك (١٥٢)

یعنی، جب داڑھی بعض لوگوں میں حلق میں مقصود ہے تو داڑھی سر کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و إذا حلقَ رُبعَ لِحیَتِه فصاعداً دمٌ (١٥٣)

یعنی، جب داڑھی کے چوتھائی یا زیادہ کو مونڈھا تو دَم ہے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ لازم آئے گا چنانچہ علامہ نظام اور جماعت علماء ہند نے لکھا:

و إن کان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقة، کذا فی "السّراج الوهّاج" (١٥٤)

یعنی، اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ ہے اسی طرح "السراج الوهاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طور پر دُور کیے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ (١٥٥)

اور گردن الگ عضو ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ (١٥٦)

١٥٢۔ الفتاویٰ التاتارخانیة، ٢/٣٧٥

١٥٣۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ١/٣٠٧

١٥٤۔ الفتاویٰ الهندیة، ١/٣٠٧

١٥٥۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے، بال دور کرنا، مسئلہ (٤٩)، ١/٦/٥٥٢

١٥٦۔ بدایة المبتدی، کتاب الحجّ، باب الجنایات ١۔٢/١٩٥

اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۱۵۷) اور جماعت علمائے ہند نے نقل کیا:

و إن حلَقَ الرَّقبة كلّها فعليه دمٌ

یعنی، اگر پوری گردن مونڈھی تو اُس پر دَم ہے۔

اور اگر کچھ حصہ مونڈا تو صدقہ ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی "محیط" (۱۵۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ عُضواً كاملاً فعليه الدّم، و إن حَلَقَ بعضه فعليه الصّدقةُ، أراده به الفخذَ و السّاقَ و الإبطَ دون الرّأسِ و اللِّحيةِ، كذا في "المحيط" (۱۵۹)

یعنی، جب پورا عضو مونڈھا تو اُس پر دَم ہے اور اگر اُس کا بعض مونڈا تو صدقہ ہے اور اس سے مراد ران، پنڈلی اور بغل ہے سوائے سر اور داڑھی کے، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

اور علامہ سلمان اشرف لکھتے ہیں:

گردن یا ایک بغل پوری مونڈوائی تو قربانی واجب ہوئی اور پورے سے کم میں صدقہ اگرچہ نصف سے زیادہ مونڈوائی ہو، بغل اور گردن میں چوتھائی نصف اور نصف سے زیادہ سب ایک حکم رکھتے ہیں۔ (۱۶۰)

لہٰذا معتمر یا مفرد بالحج یا متمتع نے خط بنوانے میں داڑھی کا جو حصہ مونڈوایا وہ اگر داڑھی کا چوتھائی ہو تو دَم اور داڑھی کے نیچے کے خط میں صدقہ لازم ہوا اور اگر نیچے خط نہیں بنوایا تو صرف ایک دَم، اور اگر داڑھی کے اُوپر چوتھائی سے کم مونڈوایا تو صدقہ لازم ہوا اور نیچے بھی

۱۵۷۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الثّالث في حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۵۸۔ المحيط البرهاني، كتاب المناسك، الفصل الخامس: فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه و ما لا يحرم، ۴۸/۳

۱۵۹۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الثّالث في حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۶۰۔ الحجّ، للعلامة سلیمان اشرف، محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، جزئیات، ص ۵۰

خط بنوایا تو دو صدقے ہو گئے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۵ذوالحجۃ ۱۴۳۳ھ، ۳۰اکتوبر ۲۰۱۲م 829-F

عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت جب احرام میں نہ ہو تو نماز کے لئے اپنے چہرے کو کھولے گی یا نقاب میں ہی نماز پڑھ لے؟

(السائل: محمد ریحان)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ لکھتے ہیں:

جمیعُ بدنِ الحُرَّةِ عورةٌ إلَّا وجهها و كفَّيها و قدمَيها (۱۶۱)

یعنی، آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے اس کے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے۔

عام حالات میں فقہاء کرام نے جوان عورت کے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا ہے چنانچہ علامہ سید ابو جعفر احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و مُنِعَ الشّابةُ مِن كشفه لخوفِ الفتنةِ لا لأنَّه عورةٌ (۱۶۲)

یعنی، جوان عورت کو خوفِ فتنہ کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا نہ اس لئے کہ چہرہ عورت ہے۔

جہاں تک نماز میں چہرہ کھولنے یا چھپانے کا مسئلہ ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے چنانچہ علامہ حسین بن محمد بن حسین سمنقانی (۱۶۳) حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

۱۶۱۔ نور الإیضاح مع شرحه للمصنف، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة و أرکانها، فصل فی متعلقات شروط الصلاة و فروعها، ص ۲۴۱

۱۶۲۔ حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة إلخ، فصل فی متعلقات شروط الصّلاة إلخ، ص ۲۴۱

۱۶۳۔ آپ کی نسبت کے بارے میں، "سمقیانی" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ "کشف الظنون"

أمّـا المَرأةُ فيُوارِي في صلاتِها كلَّ شَيءٍ إلّا وجهَها و كفَّيها و قدمَيها (١٦٤)

یعنی، مگر عورت تو وہ اپنی نماز میں ہر شئے کو چھپائے گی ماسوائے اپنے چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے۔

اور نماز میں چہرے کو چھپانا فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ علی بن عثمان زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَ يُكرهُ التلثُّم، و هو تغطيةُ الأنفِ و الفمِ في الصّلاةِ، لأنّه يشبهُ فعلَ المجوسِ حالَ عبادتِهم (١٦٥)

یعنی، نماز میں "تلثّم" مکروہ ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو ڈھکنا ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کے اپنی عبادت میں حالت کے مشابہ ہے۔

اور علامہ شلبی حنفی "تلثّم" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله: و يكره التلثّم إلخ، قال الفراء: اللثام ما كان على الفم من النقاب (١٦٦)

یعنی، فراء نے کہا کہ "اللِّثام" وہ ہے جو منہ پر نقاب ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی نماز کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۷۰۳/۱) میں ہے لیکن "مؤسسة التاريخ العربي" والوں نے بریکٹ میں اس کی تصحیح کر کے "سمنقانی" لکھا ہے اور "الأعلام للزركلي" (۲۵۶/۲) میں "سمنقانی" ہے، "هدية العارفين" (۳۱۴/۱) اور "مفيد المفتي" میں "سمعانی" ہے اور صحیح وہی ہے جسے ہم نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

١٦٤۔ خزانة المفتين، كتاب الطّهارة، فصل في الحيض، ق ١٣/أ

١٦٥۔ تبيين الحقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ٤١١/١۔ أيضاً ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، فروع، تحت قول الدّر: و التلثّم، (١٨٤/٤)

١٦٦۔ حاشية الشبلي على تبيين الحقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ٤١١/١

و تعطيةُ فمهِ و أنفهِ لِمَا روَينَا (١٦٧)

یعنی، اوراپنے منہ اورناک کوڈھکنا (نماز میں مکروہ ہے) اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

اور وہ حدیث شریف جس کی طرف آپ نے ارشارہ کیا وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

أنَّهُ عليه الصّلاة و السّلام "نَهى عَنِ السَّدلِ وَ أنْ يُغطِيَ الرَّجُلُ فاهُ"

یعنی، نبی کریم ﷺ نے سدل اور مرد کے اپنے چہرے کوڈھکنے سے منع فرمایا۔

اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فيكرهُ التّلثُّم و تغطيةُ الأنفِ و الفمِ في الصّلاةِ، لأنّه يشبهُ فعلَ المجوس في حال عبادتِهم النِّيران (١٦٨)

یعنی، پس "تلثّم" اور ناک اور منہ کو چھپانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کے آگ کی عبادت کی حالت میں فعل کے مشابہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

و نقل "ط" عن "أبي السعود": أنّها تحريميّةٌ (١٦٩)

یعنی، "طحطاوی" (١٧٠) نے "ابو السعود" (١٧١) سے نقل کیا ہے

١٦٧ـ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل في المكروهات، ص ٢٠١

١٦٨ـ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل في المكروهات، ص ١٩٧

١٦٩ـ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت فروع، تحت قول الدّر: و التلثُّم (١٨٤/٤)

١٧٠ـ حاشية الطّحطاوي على الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة، و ما يكره فيها، ٢٥٧/١، بتصرّفٍ

١٧١ـ فتح المعين، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت قوله، ٢٤٣/١

کہ کراہت تحریمیہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۸ ذو الحجۃ ۱۴۲۹ھ، ۱۶ دیسمبر ۲۰۰۸م 673-F

جبل رحمت پر چڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ جبلِ رحمت کے اُوپر چڑھتے ہیں، کیا اس پر چڑھنے میں کوئی ثواب ہے؟

(السائل: حافظ رضوان بن غلام حسین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جبلِ رحمت پر چڑھنے کے بارے میں علامہ طبری اور ماوردی نے استحباب کا قول کیا جب کہ امام نووی شافعی نے اس کا ردّ کیا ہے اور ہمارے علماءِ احناف میں سے مُلّا علی قاری، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، علامہ شامی حنفی اور اُن سے علامہ سید سلیمان اشرف نے لکھا جس کا لُب لُباب یہ ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو تمام زمین عرفات کا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما صعود کردن بر جبل الرحمۃ پس ثابت نیست مر اُورا اصلے از سنت اگرچہ حرص دارند بر صعودے بسیارے از عوام ونیست ہیچ فضیلتے در صعود وے بلکہ برابر است صعود وے وبودن در سائر ارض عرفات، ملخصاً (۱۷۱)

یعنی، مگر جبلِ رحمت پر چڑھنا تو سنت سے اُس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے اگرچہ بہت سے عوام اِس پر چڑھنے پر حرص رکھتے ہیں اور اس پر چڑھنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس پر چڑھنا اور تمام زمین عرفات میں ہونا برابر ہے۔

یاد رہے کہ فضیلت کی نفی کی وجہ نبی کریم ﷺ کا اس پر قیام نہ فرمانا ہے اگر آپ ﷺ اس

۱۷۱۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص ۱۸۳

پر قیام فرماتے تو یقیناً اس پر چڑھنے میں فضیلت ہوتی اور نبی کریم ﷺ نے جبل رحمت کے نیچے جس مقام پر قیام کیا اس کی فضیلت کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإن ظفرتَ بموقفة الشّريف فهو غايةُ الفضل، (۱۷۲)

یعنی، پس وُقوف کرنے والے! اگر تُو نبی کریم ﷺ کے وُقوف فرمانے کی جگہ کو پانے میں کامیاب ہو جائے تو یہ فضل کی انتہاء ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

افضل واکمل درحق مرد واقف آن است کہ اجتہاد کند در آنکہ واقع گردد وقوف اُو در موقف حضرت سید عالم ﷺ و آن موضع است بقرب جبل الرحمۃ (۱۷۳)

یعنی، مرد واقف کے حق میں افضل و اکمل یہ ہے کہ اس کی کوشش کرے کہ اُس کا وقوف حضور سید عالم ﷺ کی جائے وقوف میں واقع ہو اور وہ جگہ جبل رحمت کے قریب ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "نهر الفائق" (۱۷٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و أما صعودُه أي جبل الرّحمة كما يفعلُه العوامُ فلم يذكر أحدٌ ممّن يعتدُّ به فيه فضيلةٌ بل حكمُه حكمُ سائرِ أراضي عرفات، وادّعى الطّبريُّ و الماورديُّ أنه مستحبٌّ، و ردّه النّووي بأنه لا أصلَ له لم يُرد فيه خبرٌ صحيحٌ و لا ضعيفٌ (۱۷۵)

۱۷۲۔ لُباب المناسك، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: في صفة الوقوف، ص ۲۲٤ (۲۸۷)

۱۷۳۔ حيات القلوب في زيارت المحبوب، باب ششم: در بيان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتيب وقوف بعرفات إلخ، ص ۱۸۲، ۱۸۳

۱۷٤۔ النّهر الفائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: بقرب الجبل، ۸٤/۲

۱۷۵۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، مطلبٌ: في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة، تحت قول التّنوير: بقرب جبل الرحمة، ۵۹٦/۳

اور علامہ سید سلیمان اشرف حنفی نے "رد المحتار" میں علامہ شامی کے کلام کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جبلِ رحمت پر چڑھنے کی فضیلت کسی نے اپنی تصنیف میں ذکر نہیں کی، یہ عوام کا معمول ہے اُس کا وہی حکم ہے جو ساری زمینِ عرفات کا ہے، طبری اور ماوردی نے مستحب کہا ہے لیکن امام نووی (شافعی) نے دونوں کا ردّ کیا ہے، مستحب ہونے کے لئے کسی دلیل کو ذکر کرنا تھا حالانکہ روایاتِ صحیحہ تو کُجا کوئی ضعیف روایت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔(۱۷۶)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما صُعود النّاس الجبلَ فليس له أصلاً، و حرصُ النّاسِ على الوقوفِ فيه و مكثهم عليه قبلَ وَقتِه و بعدَه، و إيقادُ النّيران عليه ليلةَ عرفةَ، و اختلاطُ الرّجالِ و النّسوانِ يومَها من البدع المستنكرة (۱۷۷)

یعنی، مگر لوگوں کے پہاڑ پر چڑھنا تو اُس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور لوگوں کا اس پر وقوف میں حرص اور اُن کا پہاڑ پر وقوف کے وقت سے قبل اور بعد ٹھہرنا اور عرفہ کی رات اُس پر آگ جلانا اور عرفہ کے روز مردوں اور عورتوں کا اختلاط سب مستنکرہ (قبیحہ) بدعتوں میں سے ہے۔

واللہ تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۱ ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۲م 814-F

وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ

۱۷۶۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہاتِ وقوف، ص ۱۲۸، ۲۹

۱۷۷۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: في صفة الوقوف، تحت قوله: أخرى، رجاء أن تصادفه إلخ، ص ۲۲۴، دار الكتب العلمية، (ص ۲۸۸، المكتبة الإمدادية)

شریف میں پندرہ روز سے زائد کی نیت سے اقامت پذیر تھے، اسی دوران ایک دن ہم بدر شریف گئے اس سے قبل تو ہم نماز پوری پڑھ رہے تھے، واپسی پر پریشان ہوئے کہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں کہ واپسی کے بعد ہمارے پاس قیام کے لئے پندرہ دن نہ تھے کہ پندرہ دن سے قبل ہماری واپسی تھی، اب اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ابو طالب قادری، جمشید ٹاؤن، کراچی)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں آپ بدر شریف کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے جب نکلے تو آپ مسافر ہو گئے کیونکہ بدر شریف اور مدینہ طیبہ کے مابین مسافت سفر ہے، مدینہ شریف واپس آئے تو پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ تھا اس لئے مدینہ شریف میں مسافر ہی رہے۔

وطن تین ہوتے ہیں، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سُکنیٰ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

الوطنُ هو الذی وُلِدَ فیه، أو تزوَّجَ أو لم یتزوَّج و قصدَ التَّعیُّش لا الارتحالَ عنهُ

یعنی، وطن اصلی وہ ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا اس نے شادی کی ہو یا نہ کی لیکن وہاں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ کیا وہاں سے جانے کا ارادہ نہ کیا۔

و وطَنُ الإقامةِ موضعٌ نَوَی الإقامةَ فیه نِصفَ شهرٍ فما فوقهُ

یعنی، وطنِ اقامت وہ ہے جہاں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

وطنُ السُّکنٰی وهو ما ینوِی الإقامةَ فیه دونَ نصفِ شهرٍ (۱۷۸)

یعنی، وطن سُکنیٰ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں نصف ماہ سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

اور محققین نے اس آخری کا اعتبار نہیں کیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۷۸۔ نور الإیضاح، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

و لم يَعتبرِ المحقِّقُون وطنَ السُّكنىٰ (۱۷۹)

یعنی، محققین نے وطن سکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و عبارة المُحققين مِن مشايِخنا: أنّ الوطنَ وطنانِ: وطن أصليّ، ووطن سفر و لم يعتبروا وطن السكنى وطناً و هو الصّحيح (۱۸۰)

یعنی، ہمارے مشائخ میں سے محققین کی عبارت یہ ہے کہ بے شک وطن دو وطن ہیں، وطن اصلی اور وطن سفر اور وطنِ سکنیٰ کے وطن ہونے کا اعتبار نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور وطن اقامت کو وطن سفر، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ہے وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں جیسا کہ "ردّ المحتار" (۱۸۱) میں مذکور ہے۔

اور وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے جب کہ وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور وطن اصلی کے ساتھ اور انشاء سفر کے ساتھ بھی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و يَبطُلُ الوطنُ الأصليُّ بمثلِه لا السَّفرِ، وَ وَطَنُ الإقامةِ بمثِله و السَّفَر والأصليِّ (۱۸۲)

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے نہ کہ سفر کے ساتھ اور

۱۷۹۔ نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

۱۸۰۔ الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثانى و العشرون، نوع آخر فى بيان ما يصير المسافر به مقيماً بدون نية الإقامة، ۱۶/۲

۱۸۱۔ ردّ المحتار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فى الوطن الأصلى و وطن الإقامة، تحت قوله: الوطن الأصلى، ۷۳۹/۲

۱۸۲۔ كنز الدّقائق، كتاب الصّلاة، باب السّفر، ص ۱۷

وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ۔

اور امام محبوبی صاحب وقایۃ الروایہ لکھتے ہیں:

و يُبطِلُ الوطنَ الأصليَّ مثلُهُ لا السَّفرُ و وطَنَ للإقامةِ مثله و السَّفرُ و الأصليُّ (١٨٣)

یعنی، وطنِ اصلی کو اس کا مثل باطل کرتا ہے نہ کہ سفر اور وطنِ اقامت کو اس کا مثل، سفر اور وطنِ اصلی باطل کرتا ہے۔

اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن الأصلَ أن الوطن الأصلي يَبطلُ بمثله دون السّفر و وطنُ الإقامة يَبطُلُ بمثله و بالسّفر و بالأصلي (١٨٤)

یعنی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ وطنِ اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے سوائے سفر کے اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر کے ساتھ اور وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و يَبطُلُ وطنُ الإقامة بمثله و يَبطُلُ أيضاً بإنشاء السَّفرِ بعده و بالعَود للوطن الأصليّ (١٨٥)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد سفر شروع کرنے کے ساتھ اور وطن اصلی کو لوٹنے کے ساتھ بھی باطل ہوتا ہے۔

الوطَنُ الأصليُّ يبطُلُ بمثلِه لا غيرَ و يبطُلُ وطَنُ الإقامةِ بمثلِه و بالوطَنِ الأصليِّ و بإنشاء السَّفرِ، ملخصاً (١٨٦)

١٨٣۔ وقاية الرواية على هامش كشف الحقائق، كتاب الصلاة، باب المسافر، ١/٨٠۔
مختصر الوقاية مع شرحه للدركاني، كتاب الصلاة، باب المسافر، ١/١٩٣، ١٩٤

١٨٤۔ الهداية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ١۔٢/٩٨

١٨٥۔ مراقي الفلاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٥٤

١٨٦۔ الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٠٦

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے نہ اس کے غیر سے اور وطنِ اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

و أمّا وطَنُ الإقامةِ فله ما یُساوِیه و ما فوقه فیبطُلُ بکلٍّ منهما و بإنشاءِ السَّفر أیضاً لأنه ضِدُّهُ (١٨٧)

یعنی، مگر وطن اقامت تو اس کے لئے باطل کرنے والا وہ ہے جو اس کے برابر ہے اور وہ جو اس سے اوپر ہے پس وہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ باطل ہو جائے گا اور انشاءِ سفر سے بھی کیونکہ وہ اس کی ضد ہے۔

وطنِ اقامت انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے اور انشاءِ سفر سے مراد ہے کہ کوئی شخص وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادے سے نکلے جو جگہ اس وطنِ اقامت سے تین دن تین رات کی راہ پر ہو یعنی اس سے ۹۲ کلومیٹر دُور ہو چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و الأصلُ أنّ الوطنَ الأصليَّ یبطُلُ بالوطنِ الأصليِّ دونَ وطنِ الإقامةِ و إنشاء السَّفَرِ، و هو أن یخرجَ قاصداً مکاناً یصِلُ إلیه فی مدّةِ السَّفرِ لأنَّ الشّیءَ إنّما یَبطُلُ بما فوقه أو ما یُساوِیه (١٨٨)

یعنی، قاعدہ ہے کہ وطن اصلی باطل ہوتا ہے وطن اصلی کے ساتھ سوائے وطنِ اقامت اور انشاءِ سفر کے اور وہ انشاءِ سفر یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کر کے نکلے جہاں مدتِ سفر میں پہنچے کیونکہ شئے اپنے اوپر کے ساتھ یا اپنے مساوی کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ٦٨١ھ لکھتے ہیں:

١٨٧۔ العنایة، کتاب الصّلاة، باب المسافر، ٢/١٦

١٨٨۔ العنایة، کتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: مَن کان له وطن إلخ، ٢/١٦

و وطنُ الإقامة يَنتقِضُ بالأصليّ و وطنُ الإقامةِ و السَّفرِ (١٨٩)

یعنی، وطنِ اقامت ٹوٹ جاتا ہے اصل کے ساتھ اور وطن اقامت کے ساتھ اور سفر کے ساتھ۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

و مِن حُكمِ وطنِ السَّفرِ أنَّه يَنتقِضُ بالوطَنِ الأَصليّ لأنَّه فوقه و يَنتقِضُ بوطَنِ السَّفرِ لأنه مثله و يَنتقِضُ بإنشاءِ السَّفرِ لأنَّه ضدُّه (١٩٠)

یعنی، وطنِ سفر (یعنی وطنِ اقامت) کے حکم سے ہے کہ وہ وطن اصلی کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے اُوپر ہے اور ٹوٹ جاتا ہے وطن سفر کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی مثل ہے اور ٹوٹ جاتا ہے سفر شروع کرنے کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی ضد ہے۔

اور وطنِ اقامت وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وطن اصلی وطنِ اقامت سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

و وطنُ الإقامةِ يَبطُلُ بالأصليّ لأنَّه أقوى منه (١٩١)

یعنی، اور وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے وطن اصلی کیونکہ وہ اس سے زیادہ قوی ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہو پھر منیٰ کو اپنا وطن اصلی بنا لے، چنانچہ علامہ سید محمد ابن امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

١٨٩۔ فتح القدير، ١٦/٢

١٩٠۔ الكفاية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ١٧/٢

١٩١۔ غاية البيان و نادرة الأقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق ١٠٩/أ، ب

قوله: و"بالوطنِ الأصليِّ" كما إذا توطّنَ بمكّةَ نصفَ شهرٍ ثُمّ تأهّلَ بمنى، أفادَهُ "القهستانی" (۱۹۲)

یعنی، وطن اقامت وطن اصلی کے سات باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ جب مکہ مکرمہ کو آدھے مہینے کے لئے وطن بنایا پھر منی میں شادی کی "قہستانی" (۱۹۳) نے اس کا افادہ کیا ہے۔

اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ روز اقامت کی نیت سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اقامت کی نیت کر لی تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا چاہے ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قولہ: "بمثلہ" أی: سواءٌ كان بينهما مسيرة سفرٍ أو لا "قهستانی" (۱۹٤)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی برابر ہے کہ ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو "قہستانی" (۱۹۵)

اور دوسرا وطن اقامت پہلے وطن اقامت سے زیادہ قوی ہے چنانچہ امام اتقانی حنفی لکھتے ہیں:

و بوطنِ الإقامةِ لأنّه مثلُه بل الثّانی أقوى من الأولِ، لأنّ الأوّلَ انتَقَضَ حقيقةً، و إنّما بَقِيَ حكمُه، و هو أنّه يصِيرُ مقيماً متى عَادَ إليه قبلَ أن يصيرَ مسافراً (۱۹٦)

۱۹۲۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله و بالوطن الأصلی، مطلب فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، ۷۳۹/۲

۱۹۳۔ جامع الرّموز، کتاب المسافر، فصل صلاة المسافر، ۲۵۸/۱

۱۹٤۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بمثله، مطلب فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، ۷۳۹/۲

۱۹۵۔ جامع الرموز، کتاب الصلاة، فصل صلاة المسافر، ۲۵۸/۱

۱۹٦۔ غاية البيان و نادرة الأقران، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق ۱۰۹/ب

یعنی، (ایک وطن اقامت دوسرے) وطن اقامت کے ساتھ باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی مثل ہے بلکہ پہلے سے زیادی قوی ہے کیونکہ پہلے کا حقیقۃً وطن اقامت ہونا ٹوٹ گیا اور اس کا صرف حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مقیم ہو جائے گا جب مسافر ہونے سے قبل اس کی طرف لوٹا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ ذو الحجة ۱٤۳۳ھ، ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۲ م 820-F

حاجی کا تجارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام طور پر لوگ جب حج پر جاتے ہیں تو اپنے عزیز واقارب، دوست احباب کے لئے تحفے تحائف خریدتے ہیں تو کچھ لوگ اُن پر لعن طعن کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حج پر خرید وفروخت شرعاً ممنوع ہیں، کیا تحفے تحائف خریدنے کی شرعاً کوئی ممانعت ہے اور اگر نہیں ہے تو بہتر کیا ہے حج سے قبل خریدے یا حج کی ادائیگی کے بعد؟

(السائل: محمد حسنین، کراچی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حج پر جانے سے مقصود تجارت نہ ہو، حج اصل ہو اور تبعاً تجارت کرے تو اس کی اجازت قرآن کریم کی آیت کریمہ کی اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے:

﴿وَ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ (۱۹۷)

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اِس کے تحت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اُس کا حج ہی کیا، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۹۷۔ البقرة: ۱۹۸/۲

مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اُس وقت تک تجارت مباح ہے۔ (خزائن العرفان)

اور تحائف کی خریداری میں افضل یہ ہے کہ حج کے بعد خریدے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

عن أبی اُمامةَ التّیمی قال، قلتُ: لابن عمر: إنّا قومٌ نکرَی، فهَل لَنا مِن حجّ؟ قالَ: اَلستُم تطُوفُونَ بالبَیتِ، وَ تَأتُونَ المُعرّفَ، وَتَرمُونَ الجِمارَ، وَ تُحلّقُونَ رُؤُوسَکُم؟ قُلنا: بلٰی! قالَ: جاءَ رَجُلٌ إلَی رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسأَلَهُ عَنِ الّذی سَألتَنی، فَلَم یُجبهُ، حَتّٰی نزَلَ جبرَئیلُ علیه السلام بهٰذهِ الآیَةِ: ﴿وَ لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَبتَغُوا فَضلًا مِن رَّبِّکُم﴾، فَقَالَ: "أنتُم حُجّاجٌ" (١٩٨)

یعنی، ابو اُمامہ تیمی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی ہم کرایہ پر اونٹ چلانے والے لوگ ہیں، کیا ہمارا حج ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرتے، عرفات نہیں جاتے، رمی جمار نہیں کرتے، اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے، ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، فرمایا، ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اُس نے یہی سوال کیا جو تم نے کیا ہے تو آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا یہاں تک حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿وَ لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَبتَغُوا فَضلًا مِّن رَّبِّکُم﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو) تو حضور ﷺ نے فرمایا "تم لوگ حاجی ہو"۔

١٩٨۔ سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحجّ، برقم: ٢٧٣٠، ١-٢/٢٥٧، و اللّفظ له، و برقم: ٢٧٢٥، ١-٢/٢٥٦۔ تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ٢/٢٩٤۔ تفسیر القرطبی، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/٢/٤١٤۔ تفسیر الحدّاد، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/٢٨٤، ٢٨٥۔ تفسیر السمرقندی، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/١٣٣

اس آیت کے تحت فقیہ ابواللیث نصر بن محمد حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں کہ

" ذلك أنهم كانو إذا حجّوا، كفو عن التّجارة و طلبِ المُعِيشة فی الحجّ، فجعلَ لهم رخصةً فی ذلك، فقال تعالیٰ: ﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ أی لا مأثمه عليكم أن تَطلبُوا رزقاً من رَبكم لِنا التّجارَةِفی اَيَّامِ الحجّ (۱۹۹)

یعنی، یہ اس لئے کہ وہ جب حج کرتے تو تجارت اور طلب معاش سے رُک جاتے نہ (کوئی چیز) خرید تے نہ بیچتے یہاں تک کہ اُن کے حج میں جوایام گزر جائیں تو اُن کے لئے اس میں رُخصت دے دی، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی لکھتے ہیں:

إذا ثبتَ هذا ففی الآية دليلٌ على جواز التّجارة فی الحجّ للحاجّ مع أداء العبادة وأن القصد إلى ذلك لا يكون شركاً، ولا يخرجُ به المكلّف عن رسم الإخلاص المفترض عليه (۲۰۰)

یعنی، جب یہ ثابت ہو گیا تو آیت میں حاجی کے لئے حج میں عبادت کی ادائیگی کے ساتھ تجارت کے جواز کی دلیل ہے اور اس کا مقصد (حج کے ساتھ تجارت کی) شرکت نہیں ہے اور اس سے مکلّف رسم اخلاص سے خارج نہیں ہوتا جو کہ اس پر فرض ہے۔

وأمّا إنّ الحج دون التّجارة أفضلُ، لعُرُوِّها عن شَوائب الدُّنيا وتعلّق القلب لغيرها (۲۰۱)

۱۹۹۔ تفسير السّمر قندی، سورة البقرة، الآية: ۱۹۴۔۲۰۲، ۱/۱۳۳

۲۰۰۔ الجامع لأحكام القرآن، سورة البقرة، الآية: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۳

۲۰۱۔ الجامع الأحكام القرآن، سورة البقرة، الآية: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴

یعنی، مگر تجارت کے بغیر حج شوائب دنیا سے اور دل کے غیر کے ساتھ تعلق کے خالی ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔

علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ

عن أبی صالح مولی عمر، قال: قلت لعمر: یا أمیر المؤمنین، کنتم تتجرون فی الحجّ؟ قال: وهل کانت معاشیهم إلا فی الحجّ (۲۰۲)

یعنی، ابو صالح مولی عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی، اے امیر المؤمنین! آپ لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ان کا معاش نہیں تھا مگر حج میں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عن عمر بن دینار، قال ابن عباس "کَانَ عُکَاظُ، مِجَنَّةُ، و ذُوالمَجَازِ أسوَاقًا فِی الجَاهِلِیّةِ (فکانوا یتّجرون فیها)، فَلَمَّا کَانَ الإِسلَامُ کَأَنَّهُم کَرِهُوا أَن یَتَّجِرُوا فِی الحَجِّ، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللهِ، فَأَنزَلَ اللّٰهُ تَعَالیٰ، ﴿**وَ لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَبتَغُوا فَضلًا مِّن رَّبِّکُم**﴾ فی مواسم الحجّ" (۲۰۳)

یعنی، عمر بن دینار سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز یہ زمانۂ جاہلیت میں بازاریں تھیں لوگ اِن میں تجارت کرتے تھے پس جب اسلام آیا تو گویا کہ انہوں نے حج میں تجارت کو ناپسند سمجھا، اور

۲۰۲۔ تفسیر الطبری سورة البقرة، الآیة:۱۹۸، ۲/۲۹۶

۲۰۳۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورة البقرة، برقم: ۱۸۸۱، ۱/۳۱۱

تفسیر الطّبری، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۲/۲۹۷۔

الدّر المنثور فی تفسیر بالمأثور، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۴۹۷

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو'' ایام حج میں۔ (٢٠٤)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے:

عن علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس قوله: ﴿وَ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ يقول: لَا حرَجَ عَلَيۡكُمۡ فِی الشِّرَاءِ وَ الۡبَيۡعِ، قَبۡلَ الۡإحۡرَامِ وَ بَعۡدَهُ (٢٠٥)

یعنی، حضرت علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پر احرام سے قبل اور اس کے بعد خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا حج کے ساتھ تجارت شرعاً جائز ہے جبکہ اس سے حج کے افعال کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہو اگرچہ تجارت کے بغیر حج افضل ہے۔ اور یہ اُس وقت ہے جب تجارت ہو اور تجارت میں خرید و فروخت دولت کمانے کی غرض سے ہوتی ہے جب کہ یہاں یہ مقصد نہیں ہوتا حاجی وہاں سے جو کچھ خریدتا ہے وہ تحفے کے طور پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دینے کے لئے خریدتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٩ ذی قعدہ ١٤٣٤ھ، ١٦ ستمبر ٢٠١٣م 865-F

❁❁❁❁❁

٢٠٤ـ حج کے کلمات قرآن کریم میں نہیں ہیں شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہو جیسا کہ عطا تابعی نے یہی ہے کہ هكذا قرأها ابن عباس (تفسير الطبری، سورة البقرة، الآية: ١٩٨، برقم: ٣٧٧٦، ٢/٢٩٥)، اسی طرح عکرمہ کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح پڑھی جاتی تھی (تفسير الطبری، سورة البقرة، الآية: ١٩٨، برقم: ٣٧٦٩، ٢/٢٩٤)

٢٠٥ـ تفسير ابن أبی حاتم الرازی، سورة البقرة، برقم: ١٨٨٢، ١/٣١٢

مآخذ ومراجع

١۔ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری۔ للمکّی، حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ھ)، دار الکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٢۔ **أنوار البشارة** فی مسائل الحجّ والزّیارة، للإمام أحمد رضا بن نقی علی خان المحدّث الهندی الحنفی (ت١٣٤١ھ)، تحریك إصلاح العقائد، میتهادر، کراتشی

٣۔ **الإیضاح** فی شرح الإصلاح، لابن کمال پاشا، للإمام شمس الدّین أحمد بن سلیمان الحنفی (ت٩٤٠ھ)، تحقیق الدّکتور عبدالله داؤد خلف المحمّدی والدّکتور شمس الدّین أمیر الخزاعی، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٨۔ ٢٠٠٧م

٤۔ **البحر الرّائق** شرح کنز الدّقائق۔ لابن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت٩٧٠ھ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٥۔ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمية، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٦۔ **بدایة المبتدی** (متن الهدایة)، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣ھ)، دارالأرقم، بیروت

٧۔ **البنایة** شرح الهدایة، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت٨٥٥ھ)، تحقیق أیمن صالح شعبان، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ:١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٨۔ **بهار شریعت**، للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشریعة الحنفی (ت١٣٦٧ھ)، مکتبه إسلامية، لاهور

٩۔ **تبیین الحقائق** شرح کنزالدّقائق، للزیلعی، الإمام فخرالدِّین عثمان بن علی الحنفی (ت٧٤٣ھ)، تحقیق الشّیخ أحمد عزّوعنایة، دارُالکتب العلمية، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م۔

١٠۔ **التجرید** (الموسوعة الفقهية المقارنة)، للقدوری، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن جعفر الحنفی (ت٤٢٨ھ)، تحقیق الدّکتور محمد أحمد سراج والدّکتور علی جمعة محمد، مکتبه محمودیة، قندهار

١١۔ **التحریرُالمختار**، للرّافعی، مفتی الدّیار المصریّة العلامة عبدالقادر الحنفی (ت ١٣٢٣ھ)، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی، دارُالمعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

١٢۔ **التصحیح و الترجیح**، للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفی (ت ٨٧٩ھ)، تحقیق ضیاء یونس، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

١٣۔ **تفسیرُ الطّبری**، لابن جریر، الإمام أبی جعفر محمد بن جریر (ت ٣١٠ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الرّابعة ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

١٤۔ **تفسیر ابن أبی حاتم**، للإمام الحافظ عبد الرحمٰن بن أبی حاتم محمد التّمیمی الحنظلی (ت ٣٢٧ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

١٥۔ **جامع الرّموز**، للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی (٩٦٢ أو ٩٠٠ھ)، أیج أیم سعید کمبنی، کراتشی

١٦۔ **الجامع الصّحیح**، وهوالسُّنَن الترمذی، للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (ت ٢٧٩ھ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

١٧۔ **الجامع الصّغیر**، للإمام محمد بن الحسن الشیبانی (ت ١٨٩ھ)، تحقیق الدکتور محمد بوینو کالن، دار ابن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٢ھ۔ ٢٠١١م

١٨۔ **الجامع لأحکام القرآن**، للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری المالکی (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ۔ ١٩٩٥م

١٩۔ **الجوهرة النیّرة**، للحدّادی، العلامة علی بن أبی بکر الحنفی (ت ٨٠٠ھ)، میر محمد کتب خانه، کراتشی

٢٠۔ **حاشیة الطّحطاوی** علی الدّرّ المختار، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت ١٢٣١ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

٢١۔ **الحج**، للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراچی

٢٢۔ **حیاة القلوب** فی زیارة المحبوب۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفور الحارثی السندی الحنفی (ت ١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

٢٣۔ **خَزائِنُ العِرفان**، لصدر الأفاضل، السّیّد محمد نعیم الدّین الحنفی (ت ١٣٦٧ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی

٢٤۔ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار)۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت ١٠٨٨ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٢٥_ **الدُّرُّ المنثور** فی التفسیر بالمأثور، للسّیوطی، الإمام جلال الدّین عبد الرحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت ٩١١هـ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢١هـ- ٢٠٠٠م

٢٦_ **ردّ المحتار** علی الدُّرِّ المختار- للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت ١٢٥٢هـ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

٢٧_ **السّراج الوهّاج** شرح مختصر القدوری، للحدادی، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد البغدادی الحنفی (ت ٨٠٠هـ)، مخطوط مصوّر مخزونة فی المکتبة

٢٨_ **سُنَن ابن ماجة**، للإمام أبی عبدالله محمد بن یزید القزوینی (ت ٢٧٣/٢٧٥هـ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩هـ-١٩٩٨م

٢٩_ **سُنَن أبی داوٗد**، للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت ٢٧٥هـ)، تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید، دارإبن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

٣٠_ **سُنَنَ الدّارقُطنی**، للإمام علی بن عمر البغدادی (ت ٣٨٠هـ)، تعلیق مجدی بن منصور، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ- ١٩٩٦م

٣١_ **السّنن الکبری**، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ٤٥٨هـ)، تحقیق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠هـ- ١٩٩٩م

٣٢_ **شرح الجامع الصّغیر**، للإمام عمر بن عبد العزیز ابن مازه الملقّب بالصّدر الشّهید البخاری الحنفی (ت ٥٣٦هـ)، تحقیق الدکتور صلاح عوّاد جمعه عبد الله الکبیی و غیرهم، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧هـ- ٢٠٠٦م

٣٣_ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بکر الجصّاص الرّازی الحنفی (ت ٣٧٠هـ) تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٣١هـ- ٢٠١٠م

٣٤_ **شرح معانی الآثار**، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ٣٢١هـ)، تحقیق محمد زهری النّجار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤هـ- ١٩٩٤م

٣٥_ **صحیح مسلم**، للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت ٢٦١هـ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ- ٢٠٠١م

٣٦_ **العنایة** وهو شرح علی الهدایة، للبابرتی، الإمام أکمل الدّین محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت ٧٨٦هـ)، اعتنی به أبو محروس عمروبن محروس، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٣٧_ **غایة البیان** ونادرة الأقران، (وهو شرح علی الهدایة)، للإتقانی، الإمام قوام الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمر الحنفی (ت ٧٥٨هـ)، مخطوط مصوّر

۳۸ـ **غنية ذوی الأحكام فی بُغية دُررِ الحُكّام**، للشرنبلالی، العلامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)، مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دارالسّعادة۱۳۲۹ھ

۳۹ـ **غُنية النّاسك فی بُغيةُ المناسك**، للعلامة محمد حسن شاه، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشی، الطّبعة الأولیٰ۱۴۱۷ھ

۴۰ـ **الفتاوی التّاتارخانية** ، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندريتی الدّهلوی الحنفی (ت۷۸۶ھ)، تحقيق القاضی سجاد حسين، دار احياء التّراث العربی ، بيروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

۴۱ـ **الفتاوی الظّهيريّة** ، للإمام ظهير الدّين أبی بكر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت۶۱۹ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الكتب لجمعيّة إشاعة أهل السنّة، ميتهادر، كراتشی

۴۲ـ **فتاوی قاضيخان** (علی هامش الهندية)، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

۴۳ـ **فتاوی قاضيخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۹ھ۔ ۲۰۰۰م

۴۴ـ **الفتاویٰ الهندية**، المسمّاة الفتاوی العالمكيرية، للشّيخ نظام (ت ۱۱۶۱ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار الفكر ، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۴۲۹ھ۔ ۲۰۰۰م

۴۵ـ **الفتاویٰ الهندية**، المسمّاة الفتاوی العالمكيرية، للشّيخ نظام (ت ۱۱۶۱ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

۴۶ـ **فتح الرحمانی** فی فتاوی السيد ثابت أبی المعانی ، مكتبة القُدس، كوئتة

۴۷ـ **فتح القدير** ، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت ۸۶۱ھ)، داراحياء التّراث العربی ، بيروت

۴۸ـ **فتح المعين** علی شرح الكنز لمنلا مسكين، للعلامة السيد محمد أبی السعود الحنفی، مكتبة العجائب لزخز العلوم، كوئتة

۴۹ـ **الكفاية** شرح الهداية (معه فتح القدير)، للإمام جلال الدّين الكرلانی الحنفی (ت ۶۷۶ھ)، دار إحياء التّراث العربی ، بيروت۔

۵۰ـ **كنزالدّقائق**، للنسفی، حافظ الدين أبی البركات عبدالله بن محمود بن أحمد الحنفی (ت ۷۱۰ھ)، اعتنی به راشد مصطفی الخليلی، المكتبة العصرية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۵م

۵۱ـ **لُباب المناسك** وعُباب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة الله بن عبدالله بن

إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٩ھ - ١٩٩٨م

٥٢ـ **لُباب المناسك وعُباب المسالك** (مع شرحه للقارى)، للإمام رحمة الله بن عبدالله بن إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ - ٢٠٠٩م

٥٣ـ **المبسوط**، للإمام السرخسى، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل الحنفى (ت٤٨٣ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٠ھ - ٢٠٠٠م

٥٤ـ **المحيط البرهانى**، لابن مازة، الإمام محمود بن أحمد بن عبد العزيز النجارى الحنفى (ت٦١٦ھ)، تحقيق الشيخ أحمد عزّو عناية، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ - ٢٠٠٣م

٥٥ـ **المحيط البرهانى**، للبخارى، أبى المعالى محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفى (ت٦١٦ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى ١٤٢٤ھ - ٢٠٠٤م

٥٦ـ **المختار الفتوى**، للموصلى، الإمام مجدالدّين عبدالله بن محمود الحنفى (ت٦٨٣ ھ)، تحقيق مركز البحوث و الدّراسات، مكتبة نزارمصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ - ١٩٩٧م

٥٧ـ **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوى الحنفى (ت٣٢١ھ)، واختصره الإمام أبو بكر أحمد بن على الجصّاص الرّازى الحنفى (ت٣٧٠ھ)، تحقيق د. عبد الله نذير أحمد، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٧١ھ - ١٩٩٦م

٥٨ـ **مختصر القدورى**، للإمام أبى الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادى الحنفى (ت٤٢٨ ھ)، تحقيق الشّيخ كامل محمد محمد عويضة، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ - ١٩٩٧م

٥٩ـ **مختصر الوقاية** (مع شرحه للدركانى)، لصدر الشّريعه، الإمام الفقيه عبيد الله بن مسعود الحنفى (ت٧٤٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦ھ - ٢٠٠٥م

٦٠ـ **مختصرالطحاوى**، للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت٣٢١ ھ)، تحقيق و تعليق ابو الوفا الأفغانى، دارإحياء العلوم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٠٦ھ

٦١ـ **مختصرالطحاوى**، (مع شرحه للرازى) للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن

محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت ٣٢١ھ)، تحقيق عصمة الله عناية الله محمد، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٣١ھ ـ ٢٠١٠م

٦٢ـ **مراقى الفلاح** فى شرح نور الإيضاح، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٦٣ـ **المسالك** فى المناسك، للكرمانى، أبى منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفى (ت٥٩٧ھ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ ـ ٢٠٠٣م

٦٤ـ **المسلك المتقسط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، محقق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ ـ ٢٠٠٩م

٦٥ـ **المسلك المتقسّط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

٦٦ـ **المصنّف** لابن أبى شيبة، الإمام أبى بكر عبدالله بن محمد العبسى الكوفى (ت٢٣٥ھ)، تحقيق محمد عوّامة، دارقرطبة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٧ھ ـ ٢٠٠٦م

٦٧ـ **معرفة السُّنَن** والآثار، للبيهقى، الإمام أبى بكر أحمد بن الحسين الشّافعى (ت٣٥٨ھ)، تحقيق سيّد كسروى حسن، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠١م

٦٨ـ **النافع الكبير** شرح الجامع الصغير، للعلامة أبى الحسنات عبد الحى بن عبد الحكيم اللكنوى (ت١٣٠٤ھ)، إدارة القران و العلوم الإسلامى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٠٧ھ ـ ١٩٨٧م

٦٩ـ **نور الإيضاح**، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٧٠ـ **النّهر الفائق** شرح كنز الدّقائق، للإمام سراج الدّين عمر بن ابراهيم ابن نجيم المصرى الحنفى (ت ١٠٠٥ھ)، حققه و علّق عليه أحمد عزّو عناية، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠٢م

٧١ـ **وقاية الرواية**، (و شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية) للمحبوبى، للإمام تاج الشّريعة محمود بن صدر الشريعة الحنفى، إدارة القران و العلوم الإسلامية، كراتشى

٧٢ـ **الهداية** شرح بداية المبتدى، للمرغينانى، برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ھ)، دار الارقم، بيروت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیر اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا